بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماہنامہ

محرم / صفر ۱۴۲۴ھ مارچ/اپریل ۲۰۰۳ء

مدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 - 01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ۔۔۔۔۔۔ 38
شمارہ نمبر ۔۔۔۔۔ 7-6
محرم، صفر ۱۴۲۴ھ
مارچ، اپریل ۔۔ ۲۰۰۳ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقشِ آغاز: سقوطِ بغداد۔ خوابیدہ عالم اسلام کیلئے آخری تازیانہ عبرت۔ حضرت مولانا شہید احمدؒ کی
رحلت۔ نامور عالم دین حضرت مولانا گوہر رحمانؒ کی وفات .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
عراقی بحران پر سینٹ میں مولانا سمیع الحق صاحب کا خطاب .... سید اظہر علی رضوی ۸
ماہیت باریٔ تعالیٰ پر ایک نظر .... حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندویؒ ۱۳
جب انسانی خون ارزاں ہو جائے! .... جناب جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ ۲۸
عباد الرحمٰن کے اوصاف .... حضرت مولانا انوار الحق ۳۱
جدید اصول تحقیق کی تشکیل میں مسلمان محدثین کے کارنامے .... جناب محمد یونس میو ۳۷
ازدواجی تعلقات (تنبیہ الزوجین) .... ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۴۸
کرنسی نوٹ کی تین فقہی وضاحتیں .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۶۲
دار العلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۸
تبصرہ کتب .... م۔ا۔ف ۶۹

Computer Operator : BABER HANIF

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

سقوطِ بغداد

آسمان را حق بود گر خون ببارد برزمین

خوابیدہ عالم اسلام کے لئے آخری تازیانہءعبرت

حالات کی دھار اور واقعات کی رفتار عالمی منظر نامہ میں کچھ اس برق رفتاری کیساتھ تبدیل ہورہے ہیں کہ سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ دماغ مزید کیا سوچے؟ اور قارئین کے سامنے کیا پیش کرے؟ کیونکہ دماغ غم کی شدت اور بارِ شوریدگی کے باعث پگھلا جارہا ہے اور قلم خون کے آنسو بہارہا ہے کہ وہ کس فولادی دل اور کس زبان سے حکایتِ خونچکاں لکھے؟ جو اداریہ 8 اپریل کو لکھا جاچکا تھا اور پریس میں جانے کیلئے تیار تھا کہ یکایک حالات نے ایک نئی افسوسناک کروٹ اختیار کی اور اپنے ہی الفاظ وخیالات میرا منہ چڑانے لگے اور وہ حادثہءفاجعہ یعنی سقوط بغداد بدقسمتی سے ہمارے سامنے ظہور پذیر ہوہی گیا جس کا دھڑکا اور اندیشہ تو تھا ہی لیکن دل ودماغ اور زمینی حقائق اتنی جلدی اس کے ماننے کیلئے تیار نہیں تھے۔ ع جس کا دھڑکا تھا وہی ہوکر رہا

ابھی تو امت مسلمہ کے سینے میں سقوطِ کابل کے زخم بھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ ایک نئی ضرب کاری (سقوطِ بغداد) نے بچی کھچی کسر بھی پوری کردی، اور مجروح دلوں پر رنج وغم کا ایسا سیلاب بلاگزرا جو اپنے ساتھ سب کچھ بہا کے لے گیا اور آنکھوں سے ایسا طوفان نوح نکلا اور برسا کہ اس کیفیت کو غالباً لفظوں میں بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

ع افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صدام حسین کی آمرانہ حکومت، اس کے فاشسٹ نظریات اور اس کی بے رحم اور متنازعہ شخصیت سے ہمارے ادارے، اور ہماری جماعت کو روز اول ہی سے شدید اختلاف رہا۔ کیونکہ اس نے شروع دن ہی سے اپنی پالیسیوں کے باعث عالم اسلام کو بہت ہی زیادہ نقصان پہنچایا اور ہمیشہ امریکہ کے اشاروں پہ چلتا رہا اور عالم اسلام کے بہت ہی مایہ ناز اور عسکری صلاحیتوں اور قدرتی وسائل سے مالا مال ملک عراق کو اپنے ہی ہاتھوں تباہ و برباد کرڈالا۔

لیکن اس کی ماضی کی تمام تر کوتاہیوں اور غلطیوں کے باوجود جب اس نے فرعونِ وقت امریکہ کو للکارا اور اس کی دشمنی میں انتہا کو پہنچ گیا تو یہ سارے عالم اسلام اور ہم سب کا ہیرو بن گیا۔لیکن ایک بار پھر سقوطِ بغداد کے ڈرامائی انداز اور اتنی آسانی اور بغیر کسی مزاحمت اور مقابلہ کے شہر بغداد سمیت دوسرے شہروں کو امریکہ کی گود میں پھینک دینے کی سمجھ میں نہ آنے والی پالیسی نے ایک بار پھر اس کے کردار اور حیثیت کو متنازعہ بنا دیا ہے اور اس واقعہ نے نہ صرف مجھے بلکہ پوری دنیا کے باسیوں کو حیرت کی مہیب وادیوں میں پہنچا دیا ہے اور سچ اور جھوٹ کی تمیز' کھرے اور کھوٹے کی پہچان بھی شکوک وشبہات کی اس فضاء میں تقریباً دھندلا گئی ہے۔کیونکہ

ع ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

پھر مایوسی اور قنوطیت تو اس نازک وقت میں مزید بڑھ جاتی ہے کہ غافل عالم اسلام اب بھی خواب غفلت سے نہیں بیدار نہیں ہو رہا' اور قیامت خیز اور محشر بداماں حادثات بھی اسے جھنجھوڑنے کیلئے ناکافی ثابت ہو رہے ہیں اور اتنے بڑے بڑے قدرت کے تازیانوں کے باوجود بھی اس میں نہ بیداری کی کوئی لہر اٹھتی ہے اور نا ہی مستقبل قریب مین کوئی اتفاق واتحاد کی عملی صورت سامنے نظر آ رہی ہے۔

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں سن لو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافھم فافھم

اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی اب یہی معلوم ہو رہا ہے کہ عالم اسلام کے شقی القلب اور بے ضمیر حکمرانوں کو اب شاید صبح قیامت اور صور اسرافیل بھی جگا نہ سکے ۔

الٰہی سنسان کبھی پہلے نہ تھی ہجر کی رات
دور تک قافلۂ صبح کے آثار نہیں

غم واندوہ' مایوسی' ناامیدی اور ظلم وجبر کی اس زہریلی فضا میں بڑی مشکل سے دل و دماغ اور قلم اور ہاتھ کو ہزار بار منت سماجت کر کے یہ چند بے ربط و بے ضبط جملے لکھنے پر مجبور کیا ہے کہ

من قاش فروش دل صد پارہ خویشم

فصلِ بہار اس دفعہ اپنے پہلو میں خوشبو' سبزہ اور تازگی کے بجائے آگ بارود اور تباہی و بربادی کا سامان لے کر اہل عراق کے لئے آئی ہے۔دریائے دجلہ ایک بار پھر خون کے آنسو بہا رہا ہے اور فرات کے کنارے بھی لہو رنگ ہو رہے ہیں۔تہذیب وتمدن کا مسکن' انبیاًء ومشاہیر امت کا مدفن' علم وعرفان کا معدن' مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یادگار' اور عالم اسلام کی شان وشوکت کا قدیم تاریخی ورثے کی اہمیت کا حامل دار الخلافہ شہر بغداد کو ایک بار پھر زمانہ حال

کے فتنہء تاتار (امریکہ) نے روند ڈالا ہے۔ بستیاں تاراج کی جارہی ہیں، شہروں کا محاصرہ کرلیا گیا ہے، پانی اور راشن کے ذخیرے تباہ کردیئے گئے ہیں، انسانی لاشوں کے پشتے بنائے جارہے ہیں، بے گناہ اور معصوم نہتے شہریوں پر ہزاروں پونڈ وزنی بم اور کروز میزائل بارش کی طرح ''آزادیء عراق'' کے نام پر برسائے جارہے ہیں۔

آج کل میخانے میں تقسیم ہوتے ہیں جگر
زہر کے ساغر شرابِ زندگی کے نام سے

الغرض اک قیامت ہے جو سرزمینِ بغداد پر ٹوٹ پڑی ہے اور ناگہانی مصائب کی بارش نے مسلمانانِ عراق کو عرصہ محشر میں پھینک دیا ہے۔ مظلوم انسانوں کی چیخ و پکار سے عرش بریں بھی لرزاں وتر ساں ہے اور زمین بھی اپنا سینہ پیٹتی ہوئی جلتا! ئے آہ دگریاں ہے اور اس شورِ قیامت میں پورے کرۂ ارض کی حکومتیں، انسان اور خصوصاً مسلم امہ میڈیا کے ذریعے یہ خون آشام مناظر دیکھ رہی ہے اور جگر پاش خبریں دن رات سن رہی ہے، لیکن کوئی بھی ان نہتے انسانوں اور مسلمانوں کی مدد اور نصرت کے لئے نہیں جاسکتا۔ کیونکہ ''مہذب دنیا'' کے باسی دوبارہ پتھر کے زمانے کے رہنے والے اور پتھر کے انسان بن گئے ہیں۔

ویسے تو امریکہ نے انسانیت کے لاشے کو دنیا بھر میں اور خصوصاً افغانستان کی سرزمین پر پہلے ہی ننگا اور چور چور کرکے پھینک دیا تھا۔ لیکن اب عراق کی سرزمین پر تو اس کا وہ حشر نشر کیا جارہا ہے کہ بربریت کی علامت اور عراق کے فاتح تاتاریوں کی روحیں بھی ان مظالم کے سامنے شرمسار ہیں، ظالم نازی بھی محوِ حیرت اور شمالی اتحاد کے درندے بھی حیراں و پریشاں ہیں۔ اس ساری صورتحال کا انتہائی افسوسناک پہلو یہ ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کو عراقی مسلمانوں پر مظالم کیلئے مسلمانوں اور خصوصاً عربوں نے اپنی سرزمین، سمندری اور فضائی حدود فراہم کئے اور جتنے بھی حملے ہوئے اور ہورہے ہیں کویت، قطر، بحرین اور ترکی وغیرہ سے ہی ہورہے ہیں۔ جیسا کہ ماضی میں پاکستان نے افغانستان کے خلاف یہ ''کارہائے نمایاں'' سرانجام دیئے تھے اور اب یہ ممالک سوختہ سامانی اور تباہی و بربادی کا سارا انتظام اپنے پڑوسیوں کے لئے فراہم کررہے ہیں۔ ع یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اور ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

یہ ظلم و بربریت علاقے میں صیہونی حکومت اسرائیل کو تحفظ دینے اور اسے من مانی کرنے کیلئے کی گئی، تاکہ عظیم اسرائیل کا منصوبہ عملی طور پر پورا کیا جاسکے اس کے ساتھ ساتھ امریکہ نے دنیا کے دوسرے بڑے تیل پیدا کرنے والے ملک عراق کے تیل کے کنوؤں پر بھی اپنا قبضہ جمالیا کیونکہ اکیسویں صدی میں اسے سپر پاور رہنے کیلئے قدرتی وسائل اور خصوصاً پیٹرول کی دولت کی وافر ضرورت پڑے گی پھر آئندہ جو بھی جنگیں ہوں گی وہ انہی چیزوں کے حصول کے لئے ہوں گی اور اب تو امریکہ نے عراق پر قبضے کے بعد اس کمی کو بھی بظاہر پورا کردیا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ امریکہ

خلیج میں اپنی فوجی طاقت میں دن بدن مزید اضافہ کر رہا ہے اور اس نے اب عراق' افغانستان کو ہضم کرنے کے بعد اب کھلے عام شام اور ایران کے ساتھ بھی ٹکر لینے کا صاف اعلان کر دیا ہے اور پاکستان کے ایٹمی مرکز کہوٹہ پر بھی مختلف قسم کی پابندیاں لاگو کر دی گئی ہیں جو کہ ایک بڑے خطرے کا الارم ہے۔ امریکہ کا اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف ایجنڈا بہت واضح اور صاف ہے۔ اس میں اب کوئی ابہام نہیں رہا۔ لیکن دوسری جانب عالم اسلام اس کے مقابلے میں بالکل ٹس سے مس نہیں ہو رہا اور نا ہی ان واقعات سے کوئی سبق حاصل کر رہا ہے جیسا کہ ماضی میں مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی علامت خلافت عثمانیہ کو توڑا گیا اس کے بعد قبلہ اول القدس شریف کا سقوط ہوا پھر سقوط ڈھاکہ' سقوط چیچنیا' سقوط کابل ہوا اور اب دوبارہ سقوط بغداد.............. لیکن ہم نے ان خونچکاں حادثات اور دلخراش واقعات سے کوئی سبق اور کوئی درس عبرت حاصل نہیں کیا۔

اک غُل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہے خستہ حال　　کوئی مجھے بتائے کہ مسلمان ہے کہاں؟

ہمارے مسلمانوں میں بزدلی اور بے حمیتی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ لوگ اب کھلے عام اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں اور اس پر بحث چل رہی ہے کہ اس کے بعد اب کس کی باری آئیگی؟ یہ ہو بہو وہی افسوسناک صورتحال ہے جو آج سے تقریباً ساڑھے سات سو برس قبل تاتاریوں کے عالم اسلام اور بغداد پر حملہ کے وقت کی تھی۔ اسکی ایک مثال مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں بیان کی ہے:

''تاتاریوں کی ہیبت اور مسلمانوں کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ایک تاتاری ایک گلی میں گھسا ہے' جہاں سو مسلمان موجود تھے' کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی' اور اس نے ایک ایک کر کے سب کو قتل کر دیا اور کسی نے ہاتھ تک نہیں اٹھایا..... بعض اوقات تاتاری نے کسی مسلمان کو گرفتار کیا اور اس سے کہا کہ اس پتھر پر سر رکھ دے' میں خنجر لا کر تجھ کو ذبح کروں گا۔ مسلمان سہا پڑا رہا' اور بھاگنے تک کی ہمت نہ ہوئی' یہاں تک کہ وہ شہر سے خنجر لایا اور اسکو ذبح کیا۔''

اور آج دوبارہ امریکہ فتنہ تاتار کی صورت میں عالم اسلام کے مقابلہ میں کھڑا ہے اور ایک ایک کو لقمہ تر بنا کر ہضم کر رہا ہے اور اس کیساتھ ہی دوسروں کو بھی دھمکیاں دے رہا ہے کہ اب تمہاری باری ہے اپنی جگہ بغیر کسی مزاحمت' اور مقابلہ کے شکار بننے کیلئے تیار رہو۔ اس ظلم اور جنگل کے قانون کے سامنے سارا عالم اسلام خاموش' گنگ اور بے حس بت کی طرح کھڑا ہے۔ اے کاش! اس بزدلی اور غلامی کے جینے سے تو موت ہی ہمارے لئے ہزار ہا درجے بہتر ہے۔

یلیتنی متّ قبل ھذا و کنت نسیا منسیا

ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پہ دھرا ہوتا

پہلے سقوط بغداد پر شیخ سعدیؒ کے تاریخی مرثیہ کے چند جگر سوز اشعار موجودہ سقوط بغداد کے افسوسناک موقع پر نذر قارئین ہیں

آسماں را حق بود گر خون ببارد بر زمین ۔۔۔ بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

اے محمدؐ گر قیامت می برآری سرز خاک ۔۔۔ سر برآور وین قیامت درمیانِ خلق بیں

نازنینان حرم راخون خلقِ نازنین ۔۔۔ زاستانِ بگذشت و مارا خون دل آراستیں

زینہار ازدو گیتی و انقلاب روزگار ۔۔۔ درخیال کس نگشتی کا نچنان گردد چنیں

دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام، ۔۔۔ قیصرانِ روم سربرخاک و خاقان برزمین

خون فرزندان عم مصطفیٰؐ شد ریختہ ۔۔۔ ہم برآں خاکے کہ سلطاناں نہادندے جبیں

دجلہ خونابست زیں پس گرنہد سر برنشست ۔۔۔ خاک نخلستان بطحا را کند باخون عجیں

روے دریا درہم آمدزیں حدیث ہولناک ۔۔۔ می تواں دانست برروئش زبرج افتادہ چیں

نوحہ لائق نیست برخاک شہیداں، زانکہ ہست ۔۔۔ کمتریں دولت مرایشاں را بہشت برتریں

لیکن ازروے مسلمانی وراہِ مرحمت ۔۔۔ مہربان رادل بسوزد در فراق نازنین

حضرت مولانا شہید احمدؒ کی رحلت

جمعیت علماء اسلام کے سینئر نائب صدر اور ممتاز دینی وسیاسی رہنما سابق رکن قومی اسمبلی حضرت مولانا شہید احمدؒ گزشتہ دنوں 17 مارچ 2003 کو طویل علالت کے بعد اپنے آبائی گاؤں کرک (سرحد) میں انتقال فرما گئے۔ مرحوم کی عمر تقریباً 77 برس تھی۔ زندگی تعلیم و تعلم اور مظلوم اور غریب انسانوں کی خدمت گزاری میں بسر کی۔ عمر بھر غلبہ اسلام کی جدوجہد کیلئے پارلیمنٹ اور سیاسی پلیٹ فارم پر جدوجہد کرتے رہے۔ دوبار قومی اسمبلی کا الیکشن اپنے علاقے کے بڑے بڑے سرمایہ داروں سے بھاری اکثریت سے جیتے۔ قومی اسمبلی میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ تمام اہم اسلامی اور ملی ایشوز پر ساتھ دیتے رہے۔ آپؒ قومی اسمبلی میں جمعیت علماء اسلام کے پارلیمانی لیڈر بھی رہے۔ عمر بھر نظریاتی طور پر دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ وابستہ رہے اور درمیان میں ہر طرح کے مشکل حالات پیش آتے رہے لیکن آپ کے پایہ استقامت میں لغزش نہ آسکی۔ جس مؤقف کو حق سمجھتے تھے اسی کو آخر دم تک نبھائے رکھا۔ الغرض سیاسی میدان میں وفاداری اور وفاشعاری کے انمٹ نقوش رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔ آپ عزم و استقامت کے کوہ گراں تھے اور علاقے بھر کیلئے ایک بڑے روحانی پیر و مرشد اور رہبر و رہنما تھے۔

تواضع وانکساری اور علم پروری' اور قلندرانہ مزاج اس درویش صفت انسان کے نمایاں اوصاف تھے۔ آپ حضرت علامہ اقبال کے بہت بڑے مداح تھے۔ راقم نے حلقہ علماء میں بہت کم حضرات کو کلام اقبال پر اس قدر عبور رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہر مجلس اور ہر تحریر وتقریر میں کلام اقبال آپ کی نوکِ زبان پر ہوتا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ امت مسلمہ کیلئے کس قدر دردمند رہتے۔ مرحوم اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنی لائق اولاد کو علم وکمال سے سرفراز کر گئے بلکہ سیاسی میدان میں بھی آپ کے فرزند مولانا شاہ عبدالعزیز کو لوگوں کا اعتماد حاصل ہو گیا تھا اور آپ حالیہ الیکشن میں بھاری اکثریت سے سب سے کم عمر ممبر نیشنل اسمبلی بن گئے ہیں۔ آپکی نماز جنازہ شرکاء کی تعداد کے لحاظ سے تاریخی اہمیت اختیار کر گیا محتاط اندازے کے مطابق 80 ہزار سے زائد افراد نے اس میں شرکت کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' حضرت مولانا فضل الرحمان مدظلہ اور جناب قاضی حسین احمد اور وزیر اعلیٰ اکرم درانی سمیت ہزاروں نامور علماء نے جنازے میں شرکت کی۔ ادارہ اس غم میں آپکے پسماندگان اور خصوصاً برادرم مولانا شاہ عبدالعزیز کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔

نامور عالم دین حضرت مولانا گوہر رحمانؒ کی وفات

پچھلا مہینہ پاکستان اور خصوصاً صوبہ سرحد کیلئے بڑا بھاری ثابت ہوا۔ دو مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء ہم سے اس میں ہمیشہ کیلئے رخصت ہوئے۔ ایک تو حضرت مولانا شہید احمد صاحبؒ تھے اور دوسرے جماعت اسلامی کے ممتاز عالم دین اور رہنما حضرت مولانا گوہر رحمان صاحبؒ۔ آپ جماعت اسلامی کے قدیم ترین رہنماؤں میں سے تھے اور جماعت اسلامی کے علمی حلقے کے نہایت ہی معتبر اثاثہ تھے۔ جماعت اسلامی کی علمی وفکری ترویج میں آپکی خدمات نہایت وسیع ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ آپ دوسرے مکاتب فکر میں بھی خاصے مقبول اور ہر دلعزیز رہے۔ اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں کہ علماء کے اتحاد واتفاق کیلئے آپکی کوششیں ہمیشہ سے جاری تھیں' اور آپ اس سلسلے میں ایک بڑے محرک اور فعال تھے اور کئی موقعوں پر اس کا بھرپور مظاہرہ بھی کیا۔ زندگی بھر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہے اور کئی نامور تصانیف بھی آپ نے لکھیں۔ آپ قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہ چکے ہیں اور قومی اسمبلی میں آپکی نفاذ اسلام کیلئے کوششیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ آپ صوبہ سرحد کے ایک بہت بڑے علمی مرکز کے بانی ومہتمم بھی رہے اور اسکے ذریعے تشنگان علوم ومعرفت کو زندگی بھر فیض پہنچاتے رہے۔ آپکا جنازہ بھی تاریخی تھا اور ہزاروں علماء اور عوام نے اس میں شرکت کی۔ ادارہ آپکے قابل اور فاضل فرزند ڈاکٹر عطاء الرحمان ممبر قومی اسمبلی سے اس پر موقع پر دلی تعزیت کرتا ہے۔

مرتب: سید اظہر علی رضوی

عراقی بحران پر سینٹ آف پاکستان میں

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا اہم اور تاریخی خطاب

مورخہ ۲۷ مارچ ۲۰۰۳ء کو ایوان بالا سینٹ آف پاکستان میں مسئلہ عراق پر بحث کا آغاز کیا گیا۔ اسکے سرکردہ محرک سینٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ تھے جنہوں نے حسب سابق اپنی پارلیمانی تاریخ کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے نومنتخب ایوان میں عالم اسلام اور مسلمانان پاکستان کے جذبات کی ایوان میں موجود وزیراعظم پاکستان اور ارباب اقتدار کے سامنے بیباکانہ انداز میں ترجمانی کی۔ حالات اور واقعات کی مناسبت کی وجہ سے یہ اہم تقریر نذر قارئین ہے ......(ادارہ)

بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم و یابی اللہ ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون:

جناب محترم چیرمین صاحب! میں بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اس عظیم منصب پر آپ کے فائز ہونے پر آپ کو اور آپ کے ساتھی ڈپٹی چیرمین صاحب کو مبارکباد دوں۔ اتفاق سے اس دن ہمیں یہ موقع نہ مل سکا اور یہ ایک بہت بڑا عظیم منصب ہے' پورے پاکستان کی سالمیت' استحکام اور وفاق کو سنبھالنا ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو اس کو بہتر سے بہتر انداز سے چلانے کی توفیق دے' جس طرح ہم نے اس سے پہلے اپنے محترم جناب وسیم سجاد صاحب کے ساتھ بارہ تیرہ سال گزارے ہیں' جس انداز سے انہوں نے ایوان کو بحیثیت چیئرمین چلایا۔ ہمیں اس لحاظ سے بھی خوشی ہے کہ وہ سرکاری بنچوں کے قائد ایوان ہیں' تو انشاء اللہ ان کی صلاحیتوں سے اور بھی فائدہ ہوگا' آج ہمیں خود تجربہ بھی ہوا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اپوزیشن نے اور حکومتی بنچوں کے سربراہوں نے آپس میں مل بیٹھ کر بہتر طریقے سے معاملے کو آگے بڑھانے کی بات کی اور ایک روایت جو سینٹ کی ہونی چاہیے' ایوان بالا کا وقار' توازن' اعتدال تدبر انشاء اللہ وہ ساری چیزیں پہلے دن سے یہاں محسوس ہو رہی ہیں' اور بدقسمتی سے ایک دو حضرات نے اگر جذباتی انداز اختیار نہ کیا ہوتا تو اور بہتر ہوتا' لیکن بہر حال یہ نیک فال ہے اور خوشگوار آغاز ہے' انشاء اللہ آغاز ہے' انشاء اللہ آپ کی رہنمائی میں یہ ایوان ایک مثالی ادارہ ثابت ہوگا۔ اور حالات' تقاضوں اور وقت کی جو نبض ہے اس پر ہاتھ رکھنے کی ضرورت ہے' میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم نے ایک اہم ترین' عظیم مسئلہ جو عالم انسانیت کو درپیش ہے۔ اسکے بارے میں اپنے باہمی جھگڑے کچھ حد تک موخر کر کے ایک اچھی روایت قائم کی ہے' اور یہی ہونا چاہیے' ہماری یہ خواہش تھی میری ذاتی طور پر بھی کہ قومی اسمبلی میں بھی اس انداز میں جب عالم اسلام پر آگ اور خون کی بارش ہو رہی تھی اور عراق پر ہم اسی انداز میں

سارے معاملات کو کچھ وقت کے لئے موخر کر کے اس مسئلے پر بحث شروع کرتے ۔بدقسمتی سے یہ افسوسناک صورتحال ہے کہ قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا' آپس میں کچھ تفاہم کا راستہ بھی نکلا لیکن اجلاس ملتوی کیا گیا۔اب حقیقت معلوم نہیں ہے کہ اس کی پشت پر کیا ہے' لیکن وہ اجلاس جاری رہنا چاہیے تھا' اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ایک تو سڑکوں پر احتجاج ہے جو ساری دنیا میں ہو رہا ہے' عالم اسلام میں بھی ہو رہا ہے' پاکستان میں بھی ہو رہا ہے' پاکستان کا ہر شہری مرد' عورت' بوڑھا اور جوان ان مناظر کو دیکھتے ہوئے ان کے دل زخمی زخمی ہیں' اور یورپ بھی اور عالم کفر بھی اس احتجاج میں شریک ہے لیکن پارلیمنٹ' اسمبلیوں کے ذریعے اور جمہوری اداروں میں سب سے پہلے ان باتوں پر توجہ دینی چاہیے۔ہمیں خوشی ہوتی کہ قومی اسمبلی سے بھی ایک متفقہ قرارداد پاس ہو جاتی۔ہم ترکی سے تو گئے گزرے نہیں ہیں جو سامراج کے شکنجوں میں کسا ہوا ہے لیکن اس پارلیمنٹ نے اپنا فرض ادا کیا اور اس نے امریکی مذمت میں قرارداد پاس کی' پارلیمنٹ نے قرارداد پاس کی کہ امریکہ کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے' کیونکہ پاکستان اسلام کا اولین اور عظیم مملکت ہے' اسلام کا قلعہ سمجھا جاتا ہے' اس میں بھی پارلیمنٹ کا پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ اس پر ساری توجہ مرکوز کرے' میں سمجھتا ہوں کہ اس اچھی مصلحت اور تفاہم کے انداز کے بعد ہمارے قائد ایوان اور وزیر اعظم جمالی صاحب یہاں موجود ہیں قومی اسمبلی کا اجلاس بھی فوری طور پر بلایا جائے تاکہ اس میں بھی یہ موضوع ڈسکس (Discuss) ہو سکے۔اگر کچھ کوتاہی ہوگئی ہے تو اس کی تلافی ہونی چاہیے۔دونوں ایوانوں کا مل کر کہ وہ پوری تفصیل سے اس مسئلے کا جائزہ لیں' تو اس کا ایک اچھا اثر پڑے گا' اور پارلیمنٹ کا ایک مشترکہ قرارداد بہت زیادہ موثر ثابت ہوگا' اس وقت پورے عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن یہی موضوع ہے۔

ہمارے سارے مسئلے مثلاً L.F.O وغیرہ ہم آپس میں افہام وتفہیم سے حل کرلیں گے۔مسئلہ یہ ہے کہ آگ لگ گئی ہے' ایک شہر میں آگ داخل ہوگئی ہے۔اب ہمیں گھر بچانے کی پہلے ضرورت ہے۔ایک سیلاب بلا آرہا ہے' تو ہم چھوٹے چھوٹے برتنوں اور ان چیزوں پر توجہ کریں یا پورے گھر کو بچانے کی کوشش کریں' یہ ہم نہیں کہہ سکتے' کہ سیلاب آئے گا اور فلاں فلاں گھر کو نشانہ بنائے گا' اور ہم بچ جائیں گے۔عراق کا موجودہ مسئلہ ایک سیلاب ہے۔یہ صرف عراق کا مسئلہ نہیں ہے' نہ یہ صرف صدام کا مسئلہ ہے' نہ یہ صرف عراقی نظام کا مسئلہ ہے۔دنیا میں ڈکٹیٹر بھی ہیں اور سلاطین بھی ہیں اور کنگ بھی ہیں۔امریکہ سب سے زیادہ بادشاہوں کی پشت پناہی کر رہا ہے' سارے سلاطین کو وہ پال رہا ہے' سارے ڈکٹیٹروں کو وہ مسلمانوں کے دلوں پر مونگ دلنے کیلئے بٹھا رہا ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ ایک سامراج اٹھ کھڑا ہوا ہے اور دنیا کو پھر اس حالت کی طرف لے جا رہا ہے۔جو ڈھائی سو برس پہلے جس حالت میں تھی۔کوئی فرانس کا غلام تھا' کوئی ڈچ والوں کا غلام تھا' کوئی امریکہ کا اور کوئی برطانیہ کا غلام تھا' ہم نے ڈھائی سو برس بدترین غلامی میں گزارے ہیں' اس کالونیز سسٹم سے ہم نے بہت بڑی قربانیوں کے بعد نجات حاصل کی ہے' ہمارے اکابرین پھانسی ہوئے ہیں۔

کالے پانی میں زندگیاں گزاری ہیں' جیلوں میں رہے ہیں' ہزاروں اور لاکھوں شہید ہوئے ہیں اس کے بعد ہمیں آزادی مل گئی' ان ساری چیزوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے' ان تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے ہمارے فاضل مقررین' الحمدللہ پروفیسر صاحب انتہائی اعلیٰ شخصیت' مشاہد صاحب بھی موجود ہیں۔ تفصیلات' پروگرام' مسودات اور ثبوت یہ ساری چیزیں' اب انکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب گویا بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے اور خونخوار درندہ جنگل سے نکل کر آبادیوں پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ اسکے ہاں اخلاقیات کی کوئی قدر نہیں ہے اس کیلئے اقوام متحدہ' سلامتی کونسل' مغربی اقوام اور یہ بین الاقوامی ادارے اور انسانی حقوق یہ سارا ایک مذاق ثابت ہو گیا ہے' وہ گھمنڈ میں ہے' فرعونیت اور اقتدار اسکے ذہن میں ہے وہ انسانیت کو پتھر کی دنیا میں واپس لے جانا چاہتا ہے' اس نے پرویز مشرف کو کہا تھا کہ میں پتھروں کی دنیا میں آپ لوگوں کو لے جاؤں گا لیکن وہ اپنی مہذب دنیا کو' اپنی چکا چوند کرنے والی اور قمقموں سے روشن تہذیب کو درندگی اور خونخواری کی طرف لے جا رہا ہے' وہ انسانیت کے نام اور تہذیب پر ایک دھبہ ہے' وہ اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ جب افغانستان پر حملہ ہوا کہ ہم چیخیں چلائیں' طالبان کیلئے نہیں' نہ ملا عمر کیلئے نہ اسامہ بن لادن کیلئے نہ القاعدہ کیلئے۔

ہم نے کہا کہ یہ ریت اگر شروع ہو گئی تو بات کہاں جا کر رہے گی' مسئلہ طالبان کا نہیں ہے مسئلہ اس ملک کی آزادی کا ہے' بیس لاکھ افراد کا صحیح قربانیاں دے کر' بارہ سال جنگ لڑ کے اور اس سے بڑی تاریخی قربانیاں دے کر ملک کو آزادی حاصل کی ہے' لیکن ایک دفعہ وہ اگر گھس جاتا ہے تو پھر یہ رکے گا نہیں۔ اس خونخوار درندے کے منہ کو خون لگ جائے گا۔ ہم نے جنرل صاحب سے بھی کہا' ساری دنیا سے کہا کہ خدارا اس فریق کو وہاں روکو۔ یہ رُکے گا نہیں' یہ وہاں مستقل رہ کر ہمارا آہنی حصار توڑنا چاہتا ہے' وہ ڈر رہا تھا' افغانستان سے پہلے وہ طالبان سے ڈر رہا تھا اس اسلامی دنیا کے چوکیدار اس کو مفلوج کر رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ چوکیدار کو پہلے مفلوج کرو' ختم کردو پھر میرا راستہ کھلا ہوگا۔

ہمیں کہا گیا کہ آپ لوگ ملک کے دشمن ہیں' آپ لوگ ملک کے مفادات کو نہیں دیکھتے ہیں ہم نے کہا کہ جب دروازہ اور قلعہ توڑ دیا جائے گا تو اندر آنے سے دشمن کو نہیں روکا جا سکے گا' بہرحال وہی ہوا' کاش اس وقت مغربی دنیا کو بھی اندازہ ہوتا' یورپ آج چیخ رہا ہے' روس کا وزیراعظم بیان پر بیان دے رہا ہے کہ امریکہ ایسا مت کرو' مت کرو' چین بھی آج بول رہا ہے' مجھے خوشی ہے کہ وزیراعظم جمالی صاحب اور چین کا مشترکہ اعلانیہ جس انداز میں آیا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ کہ یہ کچھ مثبت پیش رفت ہے' میں سمجھتا ہوں کہ غلامی کی برف پگھل رہی ہے' ہماری غلامی کی برف پگھل جائے گی۔ اللہ کرے کہ یہ پوری پگھل رہی ہو۔ اللہ کرے کہ یہ پوری پگھل جائے۔

اس وقت اگر یورپی یونین نے امریکہ کا ساتھ نہ دیا ہوتا' فرانس' جرمنی اور سب اس کے ساتھ تھے چین اور روس بھی اس کے ساتھ تھے' آج وہ سب چیخ رہے ہیں' ہم نے ان سب کو کہا تھا کہ بھئی مسئلہ انسانیت کا ہے' آزادی کی بقاء کا ہے' آپ لوگوں کی آزادی بھی سلب ہو گی' اگر یہ درندہ عالم اسلام سے فارغ ہو گیا تو فرانس اور جرمنی' کسی جگہ کے

بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ محفوظ رہیں گے۔ کل ہی کولن پاول نے کہا ہے کہ ہم اب ایران اور شمالی کوریا کی بھی یہی حالت کر سکتے ہیں، ہمارا نام ابھی نہیں لیتا ہے صرف اس کی مصلحت ہے لیکن ہمارا نام سب سے پہلے ہے۔

اس وقت عراق کی ہمدردی ہمارے ساتھ نہ بھی ہو، صدام کے ہم مخالف ہوں، اور وہاں کی آمریت اور ان کے مظالم کے قصے کہانیاں سنے میں حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ نہیں، اس وقت صدام کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے۔ وہ ساری ملت اسلامیہ کا واحد شخص ہے جو ڈٹ رہا ہے عظیم جارحیت کے خلاف، وردیاں سب پہنتے ہیں، کاش ہمارے سب وردیاں پہننے والے صدام کی طرح ہو جاتے، پھر ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا، وہ ہمارے محافظ بن جاتے۔ وہ ہمیں نجات دیتے، وہ ہماری آزادی کا تحفظ کرتے، اگر اس کا سودا کرتے ہیں تو شلوار والا ہو، قمیض والا ہو یا وردی والا ہو، اس سے کیا ہوتا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ سارے ڈکٹیٹر اب صدام نہیں۔ میں ساری اسلامی دنیا پر نظر دوڑاتا ہوں، سب کچھ ہو گیا، لیکن حکمران خاموش ہیں، کوئی تیل سپلائی کر رہا ہے، کوئی اڈے دے رہا ہے، اور کسی نے ان کے خلاف میڈیا کا طوفان اٹھایا ہوا ہے، ہمارے ان سے اختلافات ہیں، میں خود بھی اس کے بعض عقائد اور نظریات کے خلاف ہوں لیکن جس وقت ایک شخص جس انداز میں ایک بڑی طاقت کے مقابلے میں ڈٹ جاتا ہے، کیا 55 حکمرانوں میں کوئی ایسا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت وہ جیسے بھی ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سیلاب ہماری طرف آرہا ہے، جب وہ ایران سے فارغ ہو گا، شمالی کوریا سے فارغ ہو گا تو پھر ہمیں سوچ آئے گی، میں کہتا ہوں کہ ہمیں ابھی سے سوچنا چاہیے، سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ میں بھی لگاتا ہوں، اور وہ یہی ہے کہ ابھی سے پاکستان کو بچانے کی فکر کرو۔ ابھی آپ کہتے ہیں کہ درندہ دور ہے، جنگل میں ہے، سیلاب ابھی یہاں نہیں پہنچا ہے، جب لگی ہوئی آگ ادھر آجائے گی۔ جیسے مشاہد صاحب نے کہا کہ ابھی سے اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں، ابھی سے یہ سوچیں کہ اگر یہ غلامی ہم پر مسلط ہو گئی تو ہم کیا کر سکیں گے، لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر حملہ نہیں ہو گا، میں کہتا ہوں کہ کیا امریکہ ہمارا سسرال ہے؟ کیا ہمارا ننھیال ہے؟ یا ہم انکے ماموں کے بیٹے ہیں یا وہ ہمارا خالہ زاد بھائی ہے۔ کہ ہم پر حملہ نہیں کریگا۔ وہ ابراہیم اور اسماعیل کی زمین پر تو حملہ کرتا ہے، لتاڑتا ہے، ابراہیم جو ساری ملتوں کا مقتدا ہے، عیسائیوں کا بھی مقتدا ہے، یہودیوں کا بھی مقتدا ہے، ہندوستان کے برہمن ہندو بھی ان کا نام عظمت سے لیتے ہیں، اس ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی زمین کیساتھ وہ کیا کررہے ہے، ؟اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی سرزمین کیساتھ کیا کر رہا ہے؟ اسحاق اور یعقوب کی سرزمین کیساتھ کیا کر رہا ہے؟ وہ ان کے مقتدا ہیں، انکے مذاہب کے پیشوا ہیں لیکن ان کو کوئی ترس نہیں آتا ہے، عزت اور عظمت کا کوئی پاس نہیں ہے۔

وہ سیدنا علیؓ اور سیدنا حسینؓ کی سرزمین ہے۔ وہ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی سرزمین ہے۔ وہ حسن بصریؒ اور اولیاء اللہ اور انبیاء کی سرزمین ہے۔ اس سے عیسائیوں کے جذبات، یہودیوں کے جذبات، انسانی تہذیبوں کے جذبات بھی وابستہ ہیں۔ انسانی تہذیب کا آغاز عراق کی سرزمین سے ہوا۔ انسانیت کی روشنی وہاں سے چلی۔ بابل

اور نینوا تہذیب وہاں سے چلی ۔اب اسے ان چیزوں کی پروا ہی نہیں ہے۔ہمیں تو اپنے گھر کی فکر ہونے چاہیے۔اسے کوئی پروا نہیں ہے۔ہم اس کے کوئی رشتہ دار تو نہیں ہیں کہ وہ ہم پر حملہ نہیں کرے گا۔ یہ ہمارے چند وزراء کی خوش فہمی ہے۔کہ ہماری باری نہیں آئے گی۔ بھائی! کیا تمہارے ساتھ ان کا کوئی معاہدہ ہوا ہے! کوئی رشتہ ہے انکے ساتھ یا کوئی تعلق ہے۔ہم ان کے کچھ بھی نہیں لگتے ۔خدا نے کہا ہے کہ یہ تمہارے رشتہ دار نہیں بن سکتے ۔یہ آپ پر حملہ آور ہوگا۔ اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہمیں پاکستان کو کیسے بچانا ہوگا۔ان کا مہلک ہتھیاروں کا ڈھنڈورا فرضی ڈھنڈورا تھا۔عراق چیخ رہا ہے۔اسے پتہ ہے کہ ہتھیار نہیں ہیں ۔لیکن اس نے شور مچایا۔ یہاں انسپکٹر بھیج دیئے گئے ۔دو تین سال سے یہاں انسپکٹر بھیجے گئے' وہ بے غیرت ڈرپوک تھا۔وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں ہتھیار ہیں یا نہیں۔اب اسے یقین ہوگیا کہ ہتھیار نہیں ہیں ۔اس لئے اب وہ وہاں گھس آیا ہے' اگر اسے پتہ ہوتا کہ وہاں مہلک ہتھیار ہیں تو وہاں کبھی داخل نہ ہوتا' لیکن ہمارے بارے میں تو اسے قطعی یقین ہے کہ ہمارے پاس ایٹم بم ہے تو وہ اس ایٹم بم کو کیسے چھوڑے گا' میں آپ کا زیادہ قیمتی وقت نہیں لینا چاہتا' میرا خیال تھا کہ آج ہم بحث کے لئے تحریک پیش کریں گے اور پھر اس پر اپنے خیالات کا تفصیلی اظہار کریں گے' بہرحال ہمارے دو فاضل مقررین نے تفصیل سے اس پر بحث کی ہے' میں سمجھتا ہوں کہ اس کو پاکستان کے تحفظ' بقاء' سلامتی' اور آزادی کا مسئلہ سمجھنا چاہیے۔دشمن کو وہاں کس طرح روکا جائے' اس کے بارے میں پورے عالم اسلام کو سوچنا چاہیے۔

جناب والا! اگر ہم سربراہ کانفرنس بلا سکتے ہیں تو اسلامی ممالک کی سربراہی کانفرنس بلائیں' پاکستان اس سلسلے میں پیش رفت کرے' ہمارے جمالی صاحب اس کے میزبان بنیں۔اس کے لئے کوشش کریں' تاریخ میں اپنی بقاء کا' اپنی عزت و وقار کو بچانے کا یہ ایک اہم موقع ہے۔اس وقت ہمارے دوسرے سارے مسائل ثانوی ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اب مزید جمہوری انداز میں آگے آئے اور اپوزیشن کے قریب آجائے۔ ہمارے جو چھوٹے چھوٹے مطالبات L.F.O کے بارے میں ہیں ان کو فوری طور پر منظور کرلے تاکہ پوری یکجہتی' ہم آہنگی اور مکمل مفاہمت کے ساتھ' جسد واحد بن کر سارے حالات کا سامنا کرسکیں' میں یہاں یہ عرض کردوں گا کہ اس مسئلہ پر جلد بازی نہ کی جائے یہ اجلاس جتنے دن چاہے جاری رکھیں' کسی نے کہا کہ یہ آج بارہ بجے تک چلے گا۔ میں نے کہا کہ نہیں اسے چلنا چاہیے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ ہم اپنا فرض کس طرح پورا کرتے ہیں' اگر یہ اجلاس تین دن' چار دن' پانچ دن بھی چلانا پڑے تو چلائیں کیونکہ جب تک ہماری تشفی اور تسلی کے مطابق سب حالات پر بات نہ ہوجائے آپ اسے جاری رکھیں' بعد میں خدا کرے کہ ہم ایک متفقہ اور مشترکہ قرارداد پر راضی ہوجائیں' مجھے امید ہے کہ ایسا ہوگا اور ہم ایک متفقہ اور مشترکہ قرارداد پاس کریں گے۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

قسط نمبر (۱)

حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندویؒ *

ماہیت باریٔ تعالیٰ پر ایک نظر
قدیم وجدید نظریات کی روشنی میں

ذات باریٔ تعالیٰ کی توحیداور اس کی صفات کے مسائل قرآن اور حدیث میں صاف وشفاف اسلوب میں مذکور ہیں، جن میں کسی قسم کی تعقید یا پیچیدگی نہیں ہے۔ مگر فلسفیانہ نقطۂ نظر سے انہیں خواہ مخواہ پیچیدہ بنا کر ذہنی جمناسٹک کی گئی اور عقلی گھوڑے دوڑا کر بات کا بتنگڑ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور یہ ساری کاوشیں کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا کے مصداق ہیں۔ صحابہء کرام اور تابعین وتبع تابعین کے بعد دین میں ایسی ایسی بدعتیں اور خرافات ایجاد کی گئیں جن کی وجہ سے دین وشریعت کا حلیہ ہی بگڑ گیا۔ اور رہی سہی کسر فلسفہء یونان نے پوری کردی۔ فلسفہ کی چاند ماریوں کی وجہ سے اسلام کا روشن چہرہ چھلنی ہوگیا اور اس کے صاف وشفاف عقیدے گرد آلود ہوگئے۔

اسلام اور یونان کی پیوند کاری

چنانچہ قدیم متکلمین نے اسلامی عقائد میں ایسی مُوشگافیاں کیں کہ ان کے باعث دین کی حقیقت ہی مسخ ہوکر رہ گئی۔ منطق وفلسفے کے مقابلے کے لئے جو کلام ایجاد کیا گیا وہ خالص اسلامی نہ رہا، بلکہ اس پر منطق وفلسفے کی ایسی چھاپ لگ گئی کہ وہ منقول ومعقول کے درمیان ایک ''جنس ثالث'' بن کر رہ گیا۔ یعنی وہ نہ تو خالص شرعی رہا اور نہ خالص فلسفیانہ۔ چنانچہ فلسفے کی پیوند کاری کی وجہ سے اسلام کے بنیادی عقائد میں ایسی ترمیم کردی گئی کہ آگے چل کر یہ ''ترمیم شدہ'' عقائد اسلام کے متفقہ عقائد بن گئے۔ بالفاظ دیگر اسلامی عقائد کو متکلمین نے فلسفے کا لباس پہنا کر انہیں عربی کی بجائے یونانی بنادیا۔ گویا کہ اللہ اور اس کے رسول سے کوئی ''قصور'' سرزد ہوگیا تھا، معاذ اللہ۔

اسلامی عقائد کی مغلوبیت

غرض متکلمین اسلام نے اسلامی عقائد کو مشرف بفلسفہ کر کے عقائد کی جو کتابیں لکھیں وہ پورے عالم اسلام میں رائج ہوچکی ہیں اور صدیوں سے انہی کا بول بالا ہے۔ ان کے مقابلے میں اصل اسلامی عقائد دب کر رہ گئے ہیں،

---

* بانی، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور، انڈیا

الا ماشاء اللہ۔ مثال کے طور پر اس سلسلے میں جونئی بحثیں پیدا ہوئیں وہ اس طرح تھیں کہ اللہ تعالیٰ جوہر ہے یا نہیں؟ جسم ہے یا نہیں؟ حیز میں ہے یا نہیں؟ عرش پر مستوی ہے یا نہیں؟ اس کی صفات عین ذات ہیں یا غیر ذات؟ معاد جسمانی ہوگی یا روحانی؟ وغیرہ۔

فلسفۂ یونان کی نظر میں اس عالم رنگ و بو کی چیزیں یا تو ''بسیط'' ہیں یا ''مرکب''۔ بسیط سے مراد مفرد عناصر ہیں، جو دور قدیم کے نظریات کے مطابق مٹی، پانی، ہوا اور آگ تھے۔ اور یہ عناصر اربعہ کہلاتے تھے۔ چنانچہ یونانی فلسفے کی نظر میں دنیا کی تمام اشیاء انہیں چار عناصر سے بنی ہوئی ہیں۔ اور مرکب سے مراد وہ اشیاء ہیں جو ان چار عناصر سے متشکل ہیں۔

زعم الحکماء أن العناصر الأربعة هي الأرکان التي ترکب منها المرکبات. ۱

مرکبات سے مراد معدنیات، نباتات اور حیوانات ہیں، جن کو فلسفے کی اصطلاح میں ''موالید ثلاثہ'' کہا گیا ہے۔ ۲

مضحکہ خیز تاویلات

اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ جب دنیا کی ہر چیز انہی عناصر سے مرکب ہے تو کیا باری تعالیٰ کی ہستی بھی انہی عناصر سے مرکب ہے یا نہیں؟ تو اس موقع پر فلسفہ زدہ لوگوں کے سامنے ایک ''مشکل'' یہ پیش آئی چونکہ مرکب اشیاء یعنی مادی اجسام میں طبیعی اعتبار سے تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے، یعنی مرور ایام کی بدولت ان کی شکل و صورت، چہرہ مہرہ، رنگ و روپ اور احوال و کوائف مسلسل بدلتے رہتے ہیں اور طبائع میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اس بنا پر وہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتے۔ چنانچہ فلسفیانہ اصطلاح کے مطابق اس قسم کے تغیرات کی تعبیر اس طرح کی گئی ہے:

الأجسام لا تخلوا من الحوادث: یعنی موالید ثلاثہ کے اجسام (طبیعی) حوادث سے خالی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے اجسام میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ ۳

لہذا اگر ہم باریٔ تعالیٰ کو انہی عناصر سے مرکب مان لیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ''جسمانی حالات'' بھی بدلتے رہیں گے۔ اور پھر ہمارے مشاہدے کی رو سے چونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو چیز متغیر ہوگی وہ حادث اور فانی ہوگی اور اس کا وجود دوامی نہیں رہ سکتا۔ لہذا انہوں نے اس ''مشکل'' کو حل کرنے اور یونانی فلسفے کا ''جواب'' دینے کی غرض سے ایک نیا عقیدہ ایجاد کیا جو نہ تو اسلامی ہے اور نہ یونانی۔ چنانچہ اس سلسلے میں قدیم فلسفہ زدہ اسلامی فرقہ (معتزلہ) نے اعلان کر دیا کہ:

''اللہ تعالیٰ واحد اور سمیع و بصیر تو ہے (جو کسی بھی شے کے مانند نہیں ہے) مگر وہ جسم نہیں ہے، روح نہیں ہے، وہ جثہ نہیں ہے، وہ صورت نہیں ہے، وہ گوشت نہیں ہے، وہ خون نہیں ہے، وہ جوہر نہیں ہے، وہ عرض نہیں ہے، وہ طول نہیں ہے، وہ عمق نہیں ہے اور وہ کسی جہت میں نہیں ہے وغیرہ وغیرہ''۔

أجمعت المعتزلة على أن الله واحد ليس كمثله شئ وهو السميع البصير. وليس بجسم، ولا شبح، ولاجثة، ولاصورة، ولالحم، ولادم، ولاشخص، ولاجوهر، ولاعرض، ولابذي لون، ولاطعم، ولارائحة، ...... ولاطول، ولاعمق، ولا إجتماع، ولا إفتراق، ...... وليس بذي جهات.[۴]

اسی بنا پر معتزلہ کے نزدیک باریٔ تعالیٰ ایک ''شے'' ہونے کے باوجود آنکھوں کو نظر نہیں آ سکتا۔ یہ معتزلہ کا نظریہء توحید کہلاتا ہے۔

أجمعت المعتزلة على أن الله سبحانه لايرى بالأبصار.[۵]

حالانکہ یہ بات قرآن اور حدیث کی صراحتوں کے خلاف ہے۔ مگر معتزلہ کے نزدیک ''عقل'' ''نقل'' پر مقدم ہے۔ لہذا وہ ''نصوص'' میں تاویل کے قائل ہیں۔ بہر حال معتزلہ نے اپنے اس خودساختہ عقیدے کو اتنی بلند آہنگی کے ساتھ پیش کیا کہ یہ عقیدہ آگے چل کر کلامی نقطۂ نظر سے متکلمین اہل سنت والجماعت کا تقریباً متفقہ عقیدہ بن گیا۔

مگر اس کے ساتھ ہی متکلمین نے یہ بھی تسلیم کرلیا کہ باریٔ تعالیٰ ان تمام ''منفیات'' کے باوجود قیامت کے دن دکھائی بھی دے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ''کچھ بھی'' نہ ہونے کے باوجود ''بہت کچھ'' ہے۔ ایک طرف نفی ہے تو دوسری طرف اثبات۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا عقلی تضاد ہے۔ اور عقل انسانی ان دونوں دعووں کو بیک وقت تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور عقلی حیثیت سے اجتماع الضدین ایک امر محال ہے۔

اگر اسلامی عقائد میں اس ''نفی'' کے مقابلے میں ''اثبات'' کی طرف لے جانے والے دلائل موجود نہ ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ خدائے ذوالجلال کے ''لاشے'' ہونے پر بھی کا ''اجماع'' ہو چکا ہوتا۔ مگر اس کو اسلامی شریعت کا ایک معجزہ کہنا چاہئے کہ اس میں ایسے نصوص یا واضح بیانات موجود ہیں جو اس قسم کا کوئی بھی انتہاء پسندانہ اقدام کرنے سے ہر دور میں لوگوں کو روک سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن اور حدیث میں صاف صاف مذکور ہے کہ اہل ایمان قیامت کے موقع پر رویت باری سے مشرف ہوں گے۔ مثلاً:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (قیامۃ :۲۲-۲۳)

ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، جو اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

توحید باری اور عقیدۂ سلف

اسلامی عقائد نہایت درجہ سادہ اور فلسفہ و کلام کی آمیزشوں سے بالکل پاک ہیں جن کو ایک عامی اور عالم ہر ایک بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے اور اس کی ذاتِ والا صفات عظیم قوتوں سے متصف ہے۔ وہ سارے جہاں کا خالق، رازق اور کارساز ہے۔ وہ تمام موجودات عالم سے جداگانہ اوصاف کا حامل ہے۔ اس جیسی کوئی

شے اس کائنات میں موجود نہیں ہے۔ ﴿لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ﴾۔ وہ عرش پر براجمان ہے، جیسا کہ اس نے اپنے کلام ابدی میں خبر دے رکھی ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ مگر باری تعالیٰ اور عرش کی کیفیت نامعلوم ہے۔ وہ پوری کائنات کی تدبیر کر رہا ہے اور اس کی نظروں سے کوئی بھی چیز اوجھل نہیں ہے۔ وہ نہایت درجہ حکمت والا اور ہر چیز سے باخبر ہے۔ اس جہان آب وخاک میں کوئی بھی اس کا ساجھی یا شریک یا ہمسر نہیں ہے۔ اور وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی بھی شے کے ہم مثل یا مشابہ نہیں ہے۔ وہ اشیائے عالم سے جدا اور یگانہ ہے۔ وہ کسی بھی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اس کے اندر حلول کر سکتی ہے۔

غرض تمام سلف صالحین کا متفقہ عقیدہ یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں جس طرح اپنے کلام پاک میں خبر دے رکھی ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے، باقی اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ معلوم کرنا یا اس کا کھوج لگانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اور نہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو اس کا مکلف بنایا ہے۔ لہٰذا ہمارے ایمان کی سلامتی کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے حدود سے تجاوز کرتے ہوئے محض ظن وتخمین کی بنا پر کوئی ایسی بات اپنے منہ سے نہ نکالیں جو ذات باریٰ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہو۔ کیونکہ اس قسم کا کوئی بھی ظن وقیاس ''قول بلا علم'' کی قبیل سے ہوگا، جس سے ہم کو منع کیا گیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ﴾ (بنی اسرائیل:۳۶)

ترجمہ: تو اس چیز کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں ہے۔

اسی لئے امام مالکؒ سے جب پوچھا گیا کہ استواء علی العرش (اللہ کے عرش پر براجمان ہونے) کی کیفیت کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں آپ نے ایک ایسا تاریخی جملہ فرمایا جو تمام سلف صالحین کے عقیدے کی نمائندگی کرتا ہے:

الاستواء معلوم، وکنھه مجهول، والایمان به واجب، والسؤال عنه بدعة۔

یعنی استواء (لغت کے اعتبار سے) معلوم ہے۔ اس کی حقیقت مجہول ہے۔ لیکن اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

انسان کی نارسائیاں

اسلامی عقائد کی اس ''سادگی'' پر ایک اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ علمی دور میں اس طرح کی بات ناکافی اور قلوب کے لئے غیر اطمینان بخش ہے۔ اور اس سے موجودہ تجسس پسندانہ ذہن ومزاج کی تشفی نہیں ہوتی۔ بلکہ عصر جدید کا مزاج یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی ''دلیل'' یا علت دریافت کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا وہ عقلی حیثیت سے ہر چیز کی وضاحت کا طالب ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اصولی اعتبار سے خود اپنی ہی حقیقت سے لاعلم ہے کہ اس کی اصل کیا ہے؟

اس کی روح کیا ہے اور وہ کہاں سے آئی؟ بلکہ خود مادہ کیا ہے اور مادی ذرات (عناصر و جواہر) کی حقیقت کیا ہے؟ الکٹران اور پروٹان اور اس سلسلے کے دیگر ذرات (ایلیمنٹری پارٹکلس) کس طرح وجود میں آئے اور وہ سب مل کر کس طرح باہمی تعامل کے ذریعہ عناصر و جواہر کی تشکیل کرتے ہیں؟ ان تمام مادی ذرات میں یکسانیت کیوں کر ہے؟ الکٹران میں منفی اور پروٹان میں مثبت برقی چارج کیوں ہے؟ اور پھر اس مثبت و منفی برقی چارج کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ عناصر و جواہر سے اشیاء کس طرح وجود میں آتے ہیں اور ان میں اختلاف رنگ و بو اور خصائص کی بوقلمونی کس طرح ظہور پذیر ہوتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے فلسفیانہ سوالات کا سائنسی نقطۂ نظر سے کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ انسان ان اشیاء وخواص کی لِم دریافت کرنے اور ان کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو عصر جدید کے تمام فلاسفہ اور سائنس داں تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کو صرف ظواہر اشیاء (فینو مینا) ہی کا علم حاصل ہوسکتا ہے، اشیاء کے بواطن (نومینا) کا علم کبھی اور کسی بھی حال میں نہیں ہوسکتا۔ مثال کے طور پر ایک جوہر (ایٹم) کے بارے میں انسان کو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ دور قدیم کے نظریہ کے مطابق جس ''جوہر فرد'' کو نا قابل تقسیم قرار دیا جاتا تھا وہ اب الکٹران، پرٹان اور نیوٹران وغیرہ کی شکل میں تقسیم ہوچکا ہے۔ چنانچہ اب ایٹم کے ان اندرونی ذرات کے بارے میں انسان کا علم کافی وسیع ہوگیا ہے۔ اور اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ایٹم کے اندر پائے جانے والے ''مرکزہ'' (نُکلیس) کا علم آج اپنی وسعت کے اعتبار سے مرکزائی طبعیات (نُکلیر فزکس) کے نام سے ایک مستقل علم بن گیا ہے۔ اور اس علم کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ مختلف عناصر (ایلیمنٹس) کے مرکزوں کی ''توڑ پھوڑ'' (فِژن) کے باعث ان کے اندر پوشیدہ دیوہیکل توانائی جسے جوہری قوت (اٹمک اِنرجی) کہا جاتا ہے، حاصل کر کے آج انسان ایک حیثیت سے تمدنی فوائد حاصل کر رہا ہے تو دوسری طرف اسی توانائی سے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بھی بنا رہا ہے جو انتہائی ہلاکت خیز چیز ہے۔

علم آدم کے حدود

جوہر یا ایٹم سے یہ عملی استفادہ سکے کا صرف ایک رخ ہے کہ انسان مادی اشیاء کو صرف برت سکتا ہے اور ان کے اندر موجود توانائیوں سے استفادہ کر سکتا ہے۔ مگر اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ ان اشیاء کی کارکردگی اور ان کی اندرونی علتوں کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے۔ یعنی ان اشیاء میں موجود طبعی خواص کس طرح کام کرتے ہیں اور کیمیائی اعتبار سے یہ تغیرات کس طرح وجود میں آتے ہیں؟ کیونکہ یہ بات ''عالم شہادت'' سے متعلق نہیں بلکہ ''عالم غیب'' سے مربوط ہے۔ اور کوئی بھی انسان عالم غیب کی سرحد میں داخل نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا انسان کا علم محض چیزوں کے ''ناموں'' تک ہی محدود ہے اور ان کی اندرونی کیفیات سے وہ جاہل محض ہے۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی صرف چیزوں کے نام ہی بتائے گئے تھے، اُن کی باطنی کیفیات کا علم نہیں دیا گیا تھا۔

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (بقرہ:۳۱)

ترجمہ: اور اللہ نے آدم کو تمام (چیزوں کے) نام بتادئے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے اب تک انسان صرف چیزوں کے ''نام'' ہی جانتا ہے۔ اوراس نے سائنسی میدان میں ہمہ جہتی ترقی کے باوجود اس پر ایک تنکا برابر بھی اضافہ نہیں کیا ہے۔

فتویٰ بلاعلم

غرض انسان جب مادہ کی حقیقت نہیں جانتا، اشیاء کی اصلیت سے ناواقف، چیزوں میں موجود خواص کی علتوں سے نا آشنا اور خود اپنی کُنہ و حقیقت سے لاعلم ہے تو پھر اپنے خالق و مالک اور رب برتر کی حقیقت و ماہیت کا کیا خاک ادراک کرسکتا ہے، جو لامحدود اور حیرت انگیز قوتوں سے متصف اور تمام موجودات عالم سے یکسر مختلف و متباین ہے؟ لہٰذا ہمارے ایمان کی سلامتی کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے اپنے کلام پاک میں اپنا تعارف جس طرح اور جس انداز میں کرایا ہے اور شارح قرآن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس کی شرح و تفسیر کی ہے، اس پر صد فیصد ایمان لایا جائے اور اس کی کنہ و حقیقت دریافت کرنے کی بے سود کوشش نہ کی جائے، یا اپنے محدود اور ناقص علم کی رو سے قرآنی عقائد میں بے جا تاویل کر کے ان صاف ستھرے عقائد کا حلیہ بگاڑنے کی سعی نہ کی جائے، جو ہمارے لئے خطرۂ ایمان کا باعث ہوگا۔ اور اس قسم کی کوئی بھی تاویل ''فتویٰ بلاعلم'' کی قبیل سے ہوگی، جو دین میں ایک مذموم حرکت ہے۔

بہر حال تمام سلف صالحین کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ رب العالمین نے اپنے بارے میں جو کچھ بھی بتایا ہے اور جو بھی خبر دی ہے اس پر ''بلاکیف'' ایمان لایا جائے اور اس میں اپنی طرف سے خواہ مخواہ قسم قسم کی حاشیہ آرائیاں نہ کی جائیں اور بلاوجہ شوشے نکال کر یا عقلی گھوڑے دوڑا کر صحیح اسلامی عقائد کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش نہ کی جائے۔

قدیم فلسفہ از کار رفتہ

قدیم فلسفے اور کلام میں الٰہیات سے متعلق تمام مباحث حدوث عالم، اثبات صانع، جوہر، عرض، صورت اور ہیولیٰ کے گرد گھومتے ہیں۔ اور ان تمام مباحث کا مرکز و محور باری تعالیٰ کی ذات وصفات ہے۔ مگر یہ تمام مباحث رویت ومشاہدہ اور تجربہ و استقراء سے عاری محض ادّعائی ہیں جو محض ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔ چنانچہ یونانی الٰہیات میں اپنے مزعومات کے ثبوت میں کوئی مشاہداتی یا تجرباتی دلیل موجود نہیں ہے۔ اسی بنا پر جدید سائنسی حقائق کی رو سے یونانی نظریات از کار رفتہ یا آؤٹ آف ڈیٹ ہیں۔ چنانچہ حدوث عالم اب کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ کیونکہ جدید سائنس کی نظر میں اب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ پوری کائنات ایک متعینہ وقت میں ایک دھماکے کے ذریعہ وجود میں آئی ۔ ۲

،جیسا کہ نظریہء عظیم دھماکہ (بگ بینگ تھیوری) سے واضح ہوتا ہے۔اس نظریہ کی رُو سے ہماری کائنات کی عمر تقریبا ۱۵ ارب سال بتائی جاتی ہے۔اسی طرح جوہر اور عرض صورت اور ہیولیٰ کے تمام قدیم نظریات وتصورات اب ایک داستان پارینہ بن کر رہ گئے ہیں۔کیونکہ پوری کائنات میں بنیادی طور پر ۹۲ قسم کے قدرتی عناصر پائے جاتے ہیں جو بجلی کے چند ذرات (الکٹران، پروٹان اور نیوٹران وغیرہ) سے مرکب ہیں۔اور ان میں صورت وہیولی کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خالی آنکھوں ہی سے نہیں بلکہ معمولی خوردبینوں سے بھی نظر نہیں آسکتے۔

اب جہاں تک جوہر یا ایٹم کا سوال ہے اگر ہم اسے ''بسیط جسمانی'' قرار دیں تو یہ نظریہ تقریبا درست ہوسکتا ہے۔لیکن اگر ہم اسے ''بسیط روحانی'' قرار دیں تو جدید سائنس اور جدید فلسفے کی نظر میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ کیونکہ جوہر (ایٹم) کا اطلاق صرف ''مادی شئے'' ہی پر ہوسکتا ہے۔ باقی روح اور عقل (جو قدیم فلسفے میں بسائط روحانی کہلاتے ہیں) کی حقیقت چاہے جو کچھ بھی ہو وہ ''جوہر'' نہیں ہوسکتے، جو ایٹم کے مترادف ہو۔کیونکہ ایٹم صرف مادی ذرہ کا نام ہے، جس کی موجودہ دور میں ۹۲ قسمیں تجربے ومشاہدے کی رُو سے استقرائی طور پر ثابت ہوچکی ہیں۔

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ روح ایک غیر مرئی اور غیر محسوس چیز ہے، جس پر جوہر کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ صرف حکم الٰہی کے تحت غیر محسوس طور پر آئی ہے۔اگر وہ کوئی محسوس شے ہوتی تو سائنس اب تک اسے دریافت کرچکی ہوتی۔

متکلمین کی ایک جسارت

رویت ومشاہدے کی بنا پر چونکہ ہماری دنیا کی مرکب چیزیں حادث اور فانی ہوتی ہیں اس لئے فلاسفہ اور متکلمین نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کو ''ٹوٹ پھوٹ'' سے بچانے کی غرض سے یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ وہ ''مرکب'' نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ ''بسیط'' ہے، یعنی کوئی مفرد عنصر یا اس سے بھی ادنیٰ درجے کی چیز ہے معاذ اللہ۔اس مہمل اور باطل نظریئے کے نتائج وعواقب پر اب تک کسی نے غور ہی نہیں کیا جو شرک ہی کا ایک روپ ہے اور اس پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

مگر اس سلسلے میں ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اب بیسویں صدی میں ''بسائط'' یعنی مفرد عناصر بھی فانی ثابت ہوچکے ہیں۔کیونکہ وہ ریڈیائی لہروں کے ذریعہ اپنی ''جسمانیت'' مسلسل کھوتے جارہے ہیں۔چنانچہ آج اس کا نظارہ یورانیم (ایٹمی نمبر ۸۸) اور اس کے اوپر والے عناصر: ایکٹینیم (ایٹمی نمبر ۸۹) تھوریم (ایٹمی ۹۰) پروٹیکٹینیم (ایٹمی نمبر ۹۱) اور یورانیم (ایٹمی نمبر ۹۲) میں بخوبی ہورہا ہے۔چنانچہ ان عناصر کے مرکزوں سے تین قسم کی شعاعیں خارج ہوتی ہیں، جن کو الفا شعاع، بیٹا شعاع اور گاما شعاع کہا جاتا ہے۔اشعاع زنی کرنے والے ان عناصر کو ''ریڈیو آئیکٹیو عناصر'' کہا جاتا ہے، جو مسلسل اپنی جسامت کھوتے جارہے ہیں۔مگر سائنس داں اب تک اس راز ربوبیت پر سے پردہ

نہیں اٹھا سکے ہیں کہ ان عناصر میں یہ اشعاع زنی کیوں ہو رہی ہے؟

No one really knows why some elements are radioactive

- that is, why they under go nuclear decay. (7)

اس اعتبار سے آج یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ ''مادہ'' اپنی ''مادیت'' کھوتا جارہا ہے۔ اور اس سلسلے میں نہیں معلوم کہ مستقبل میں مزید کیا کیا حقائق سامنے آنے والے ہیں۔ لہذا خداوند عالم کو بسیط کہنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس سے ضمناً قدیم فلاسفہ کا ایک اور نظریہ بھی مردود قرار پاتا ہے کہ ہماری کائنات کا مادہ ''قدیم'' یا لافانی ہے۔ بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ مادہ خود بھی فنا ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ عناصر سے خارج ہونے والی یہ شعاعیں یا ریڈیائی لہریں بے کراں خلاؤں میں پہنچ کر غائب ہو رہی ہیں۔

نیز اس کے علاوہ سائنٹفک نقطۂ نظر سے آج یہ حقیقت بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ''مادہ'' کو مکمل طور پر ''توانائی'' میں اور توانائی (انرجی) کو مادہ (میٹر) میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی مفرد عناصر فانی ہیں جو بجلی کے چند ذرات کا مجموعہ ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک ماہر سائنس داں تحریر کرتا ہے کہ ہماری مرئی ومحسوس کائنات نہ مادہ ہے اور نہ روح (یا توانائی) بلکہ وہ طاقت کی ایک غیر مرئی تنظیم ہے:

The visible world is neither matter nor spirit but invisible organization of energy (8)

Matter can be changed in to energy and energy into matter (9)

لہذا فلسفیانہ نقطۂ نظر سے رب العالمین کو بسیط کہنا ایک لایعنی بلکہ مضحکہ خیز حرکت ہے، جو چھوٹا منہ اور بڑی بات کی قبیل سے ہے۔

تو اب اس پیچیدہ اور مشکل ترین مسئلے کا حل کیا ہے؟ کیونکہ خالق ارض وسما کو مرکب کہنا بھی مشکل اور بسیط کہنا بھی مشکل ہے۔ تو اس کا بس ایک ہی حل ہے کہ ہم پروردگار عالم کو اپنے جہاں کے مادہ پر قیاس کر کے بیجا ''فتوے'' صادر کرنے کے بجائے یہ حقیقت تسلیم کرلیں کہ باریٔ تعالیٰ ہماری کائنات کے ''فانی مادے'' سے مرکب ہونے کے بجائے کسی ایسے سُو پر مادے سے آراستہ ہوگا جو ''فنا'' کی علت سے خالی ہو۔ ورنہ الہیاتی مسائل (ذات وصفات سے متعلق) حل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ جدید ترین اکتشافات کی رُو سے ہماری اپنی معلوم کائنات میں کئی قسم کے مادے موجود ہیں، جو اس مادے سے یکسر مختلف ہیں، جن سے ہمارے اجسام کی تشکیل ہوئی ہے، اور جن کو خلاق عالم نے ہماری عبرت وبصیرت کے لئے پیدا کر رکھا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

غرض اس صورت میں ﴿لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ﴾ (کوئی چیز اس کے ہم مثل نہیں ہے) کا مفہوم خود مادے پر بھی صادق آسکتا ہے۔ یعنی وہ ایسے مادے پر مشتمل ہو سکتا ہے جو ہمارے مادے جیسا نہیں ہے۔ اور یہ بات عقلاً محال

نہیں ہو سکتی۔ ورنہ رب العالمین ''لا شئے'' بن کر رہ جائے گا۔ العیاذ باللہ۔

معتزلہ اور خلق قرآن کا فتنہ

معتزلہ کے نزدیک ذات باریٔ تعالیٰ کے صفات کی نفی کا نام توحید اور تقدیر کے انکار کا نام عدل تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ تحریر کرتے ہیں:

فالمعتزلة ومن اتبعهم من الشيعة يقولون: إن أصلهم المتضمن نفي الصفات و التكذيب بالقدر، الذي يسمونه التوحيد و العدل۔۱۰

معتزلہ (اور جہمیہ) کو ذات باریٔ تعالیٰ کی صفات (جیسے علم، ارادہ، قدرت، کلام اور سمع وبصر وغیرہ) سے انکار اس بنا پر تھا کہ ان کے اقرار سے صانع عالم کی ''جسمانیت'' ثابت ہو جائے گی۔ اور جب اس کی جسمانیت ثابت ہو جائے گی تو اس سے ''حدوث عالم'' کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کائنات کے ''حادث'' ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ''متغیر'' ہے۔ (یعنی وہ ایک حال پر قائم نہیں ہے، بلکہ اس کے احوال مسلسل بدل رہے ہیں)۔ اور جو چیز متغیر ہو وہ فانی ہے۔ لہٰذا اس بنا پر اگر ہم اللہ تعالیٰ کو جسم مان لیں تو وہ بھی حادث اور فانی ہو جائے گا۔ اس لئے وہ جسم نہیں ہو سکتا۔

اس سے وہ ایک اور نتیجہ یہ نکالتے تھے کہ جب وہ جسم نہیں ہو سکتا تو وہ ''متکلم'' بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تکلم کرنا ''جسمانیت'' کا خاصہ ہے۔ اسی بنا پر وہ قرآن کو کلام اللہ یا ''قدیم'' (ذات باری کی طرح) کہنے کے بجائے مخلوق یا ''حادث'' مانتے تھے۔ یعنی جس طرح اور مخلوقات صادر ہوئی ہیں اسی طرح قرآن بھی ایک مخلوق کی طرح صادر ہوا ہے۔ اگر ہم قرآن کو مخلوق یا حادث نہ مانیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے ''تشبیہ'' (لیس کمثلہ شئ کے مطابق) اور ''تجسیم'' ثابت ہو جائے گی۔ یہ معتزلہ کی پوری فکر کا خلاصہ ہے۔

وغاية شبهتهم أنهم يقولون: يلزم منه التشبيه و التجسيم۔۱۱

ظاہر ہے کہ یہ معتزلہ اور ان کے متبعین کی ایک الٹی منطق تھی۔ کیونکہ صانع عالم یا خلاق ارض وسما کی جسمانیت کا اقرار کئے بغیر خود ظہور کائنات کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ظہور کائنات یا تخلیق ارض وسماء کے لئے ایک فعال اور قدرت والی ہستی کی ضرورت ہے۔ اور ایسی خلاق (یا فاعل) ہستی کا تصور بغیر جسم کے ممکن نہیں ہو سکتا۔ ورنہ پھر کائنات کو بھی ''قدیم'' ماننا پڑے گا۔ یعنی وہ بغیر کسی خالق کے موجود ہے۔۱۲

منکرین صفات (معتزلہ اور جہمیہ) کا موقف یہ تھا کہ اثبات صفات سے تجسیم باری لازم آتی ہے، کیونکہ جو صفات سے موسوم ہوگا وہ لامحالہ جسم ہوگا هذا يستلزم التجسيم و التشبيه، لأنه لايعقل ماهو كذلك إلا الجسم. جب کہ اس کے برعکس صفات کا اثبات کرنے والوں کا موقف یہ تھا کہ بغیر جسم کے حیات، علم، قدرت،

سمع، بصر، کلام اور ارادے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لایعقل ماله حیاة و علم و قدرة و سمع و بصر و کلام و ارادة إلا ماهو جسم۔ ١٣

اسی بنا پر معتزلہ کا ایک اور فاسد اور نامعقول عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کو نظر نہیں آ سکتا۔ حالانکہ آخرت میں رؤیت باری کے اثبات میں قرآن اور حدیث دونوں متفق ہیں۔ نیز انہیں قلوب کے ذریعہ بھی رؤیت باری کا انکار تھا۔ چنانچہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ قلوب کے ذریعہ صرف اس کا علم ہو سکتا ہے۔

أجمعت المعتزلة علی أن الله سبحانه لایری بالأبصار۔ و اختلفت هل یری بالقلوب؟ فقال أبو الهذیل و أکثر المعتزلة: نری الله بقلوبنا بمعنی أنا نعلمه بقلوبنا۔ ١٤

نفی صفات میں معتزلہ کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر ہم صفات باری کو قدیم مان لیں تو وہ بھی الوہیت میں شامل ہو جائیں گی۔ یعنی اس کی جتنی بھی صفات ہیں ان سب کو الگ الگ خدا ماننا پڑے گا۔

لأنه لو شارکته الصفات في القدم الذي هو أخص الوصف لشارکته في الالهية۔ ١٥

اسی بنا پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کو قدیم نہ مانتے ہوئے اسے حادث اور مخلوق قرار دینے کی جرات کی۔ و اتفقوا علی أن کلامه محدث مخلوق في محل۔ ١٦

معتزلہ کے ایک فرقے کے نزدیک کلام اللہ جسم اور مخلوق ہے (إن کلام الله جسم و مخلوق)۔ اور ان کے ایک دوسرے فرقے کے نزدیک قرآن مخلوق اور "عرض" ہے۔ (إن القرآن مخلوق لله و هو عرض)۔ ١٧

غرض معتزلہ قرآن اور حدیث کو آخری حجت ماننے کے بجائے عقل کو ان دونوں پر مقدم رکھتے تھے۔ اور عقل یعنی معقولات جس کو قبول کر لیتے اس کا اقرار کرتے اور جس کو قبول نہ کرتے ان کا انکار کر دیتے تھے۔

فکل مسئلة من مسائلهم یعرضونها علی العقل، فما قبله أقروه و مالم یقبله رفضوه۔ ١٨

ایک خونچکاں داستان

یہ تھا وہ پس منظر جس میں "خلق قرآن" یعنی قرآن کے مخلوق ہونے کا فتنہ ایک مہیب اور بھیانک شکل میں تیسری صدی ہجری کے اوائل میں رونما ہوا، جو معتزلہ کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے حکومت وقت کی سرپرستی میں اپنے اس خودساختہ عقیدے کو پوری اُمت پر لادنے کی غرض سے پہلے عباسی خلیفہ مامون کو اپنا ہمنوا بنایا اور پھر ۲۱۸ھ میں (جو مامون کی وفات کا سال بھی ہے) اس عقیدے کو بزور قوت جبری طور پر نافذ کرنے کا اعلان کر دیا اور

علمائے وقت کو ایوان شاہی میں طلب کر کے انہیں اس عقیدے کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا ۱۹ ؎۔ اور جنہوں نے انکار کیا انہیں کوڑوں سے پٹوایا اور ایسی سخت سزائیں دیں جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ واقعہ تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب بن چکا ہے۔ اگر اس سلسلے میں امت کے بطل جلیل امام احمد بن حنبلؒ نے بے مثال عزیمت واستقامت کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو صحیح اسلامی عقائد کا خاتمہ بالخیر کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں اس بطل جلیل کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بن گیا ہے، جو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عظیم ترین استقامت کے بعد یہ دوسرا واقعہ ہے۔

معتزلہ اور متکلمین کی قلابازیاں

یہ تھی معتزلہ کی فتنہ انگیزی جو فلسفہ یونان میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے اور وہ اسلامی تعلیمات ہی کو نہیں بلکہ اس کے بنیادی عقائد تک کو فلسفے کی عینک سے دیکھتے تھے۔ اور جو بات فلسفے یا عقل کے خلاف معلوم ہوتی اس کا بڑی ڈھٹائی کے ساتھ انکار کر دیتے تھے۔ غرض ایک طرف فلاسفہ اور متکلمین کی ''تنزیہ ذات'' تھی تو دوسری طرف صوفیہ کا عقیدہ ''وحدت الوجود'' تھا، یعنی ''لاموجود الا اللہ'' (کائنات میں جتنی بھی چیزیں ہیں سب اللہ کا روپ ہیں)۔ چنانچہ قرون وسطی میں یہ دونوں صدائیں اتنی بلند آہنگی کے ساتھ بلند ہوئیں کہ ان کے باعث ذات باریٔ تعالیٰ اور اس کی توحید کی حقیقت ہی مشتبہ ہوگئی اور دین میں خرافاتی عقائد ونظریات کا دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ جس کے جی میں جو آیا وہ کہنے لگ گیا اور جتنی باتیں منہ سے نکلیں اتنے ہی فرقے بن گئے، جیسا کہ اس سلسلے میں شہرستانی کی کتاب ''الملل والنحل'' شاہد ہے۔

اس موقع پر راقم سطور کو چونکہ جدید سائنسی نقطۂ نظر سے متکلمین اسلام کے اللہ تعالیٰ کو 'بسیط' قرار دینے کی لغویت ظاہر کرنی ہے اس لئے اس موقع پر ذات باریٔ تعالیٰ کے جسم ہونے یا نہ ہونے پر اُمت کے مختلف فرقوں میں جو نظریات پائے جاتے ہیں ان کا ایک مختصر جائزہ لیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس بحث سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جو کچھ مرقوم ہے اس پر ''بلا کیف'' یا بغیر کسی حاشیہ آرائی کے جوں کا توں ایمان لانا واجب ہے۔ ورنہ ہمارا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا اور جھگڑے فسادات سے چھٹکارا نہیں مل سکے گا۔ اور یہ بات اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں نہایت درجہ ناقص ہے۔ کائنات کے بارے میں نئی نئی تحقیقات سامنے آ رہی ہیں اور قدیم نظریات از کار رفتہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس اعتبار سے معتزلہ اور متکلمین قدیم کے بہت سارے نظریات ومزعومات آؤٹ آف ڈیٹ قرار پا چکے ہیں۔

ذات باری اُمت کی نظر میں

اس بحث کا اصل نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب جسم ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں امت کے مختلف طبقات کے درمیان مختلف ومتضاد نظریات پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی تفصیل اس طرح ہے:

۱-معتزلہ اور جہمیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ صاحب جسم نہیں ہے، نہ وہ جوہر ہے اور نہ عرض۔وہ کسی جہت میں بھی نہیں ہے۔لیکن وہ اس کے باوجود "شے" تو ہے مگر وہ دیگر اشیاء کی طرح نہیں ہے۔(اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے)۔

۲-فرقہ ءکرّامیہ اور مُشبّہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ صاحب جسم ہے مگر وہ دیگر اجسام کی طرح نہیں ہے۔

ھو جسم لا کالأجسام۔ [۲۰]

۳-جہم اور بعض زیدیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو "شے" یا چیز نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ شے وہ مخلوق ہے جس کا مثل ہوتا ہے۔إن الباری لایقال له إنه شئ ، لان الشئ هو المخلوق الذي له مثل۔ [۲۱]

۴-شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے ہمارے جسموں ہی کی طرح ہے۔چنانچہ وہ اپنے ائمہ کو خدا کے مانند اور خدا کو اپنے ائمہ کے مانند قرار دیتے ہیں۔

ثم الشیعة في هذه الشریعة وقعوا في غلو وتقصیر۔ أما الغلو فتشبیه بعض أئمتهم بالإله تعالی وتقدس۔ وأما التقصیر فتشبیه الإله بواحد من الخلق۔ [۲۲]

۵-غالی شیعہ اور ثنویہ کے نزدیک ان کا معبود صاحب اعضاء وابعاض ہے، جو یا تو روحانی ہیں یا جسمانی۔اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتا ہے، نیچے اتر سکتا ہے، اوپر چڑھ سکتا ہے اور ایک جگہ متمکن ہوسکتا ہے۔

قالوا: معبودهم علی صورة ذات أعضاء وأبعاض، إما روحانیة وإما جسمانیة۔ ویجوز علیه الانتقال والنزول والصعود والاستقراء والتمکن۔ [۲۳]

۶-تمام مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ ایک شے ہے جو دیگر اشیاء کی طرح نہیں ہے۔ وقـــــــا المسلمون کلهم أن الباري شئ لا کالأشیاء۔ [۲۴]

۷-معتزلہ کے نزدیک باریٔ تعالیٰ اشیاء (مخلوقات) کے علاوہ ہے۔ [۲۵]

غالی صوفیہ کے نزدیک اشیائے عالم یا مخلوقات ہی خدا کے روپ میں موجود ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ ان ماد اشیاء میں حلول کئے ہوئے ہے۔بالفاظ دیگر دنیا کی تمام چیزیں "خدا پارے" ہیں۔اور اس عقیدے کو "عقیدۂ حلول واتحاد" یا نظریۂ "وحدت الوجود" کہا جاتا ہے۔

۸-امام احمد بن حنبلؒ کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو نہ تو جسم کہیں گے اور نہ یہ کہیں گے وہ جسم نہیں ہے۔کیونکہ یہ دونوں ہی باتیں اسلام میں بدعت ہیں۔

لاأقول ھو جسم، ولالیس بجسم، لأن کلا الأمرین بدعة محدثة في الاسلام۔ [۲۶]

۹-امام ابوحنیفہؒ کے ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ "ایک شے" ہے مگر وہ دیگر اشیاء کی طرح نہیں ہے۔ھـو

شیٔ لا کالاشیاء. ۲۷

۱۰- بعض سلف نے اثبات صفات میں تشبیہ کی حد تک مبالغہ کیا ہے۔ یعنی خدا کی صفات کو مخلوقات کی صفات کی طرح قرار دیا ہے۔ فبالغ بعض السلف في إثبات الصفات إلى حد التشبيه بصفات المحدثات. ۲۸

سلف صالحین کے مسلک پر ایک نظر

سلف صالحین یا اکابر متقدمین اس سلسلے میں دو فرقوں یا مسلکوں میں بٹے ہوئے ہیں: ایک فرقے نے صفات الٰہی میں تاویل کرتے ہوئے تشبیہ کی حد تک مبالغہ کیا ہے، جب کہ دوسرا فرقہ تاویل کا قائل نہیں ہے۔ جیسا کہ امام مالکؒ وغیرہ ائمہ کا مسلک ہے۔

غرض سلف صالحین کی ایک کثیر جماعت اللہ کے لئے صفات ازلیہ کا اثبات کرتی ہے، جیسے علم، قدرت، حیات، ارادہ، سمع وبصر، کلام، جلال، اکرام، جُود، انعام، عزت اور عظمت وغیرہ۔ اور وہ ذاتی اور فعلی صفات میں فرق نہیں کرتی۔ بلکہ وہ "خبری صفات" کا بھی اثبات کرتی ہے۔ جیسے اللہ کے دو ہاتھ ہیں اور اُس کا چہرہ ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے۔ جیسا کہ قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ لہذا ہم ان آیات کی تفسیر یا تاویل کرنے کے مکلّف نہیں ہیں۔ ۲۹
مگر متاخرین کی ایک جماعت نے سلف کے مذکورۂ بالا قول پر اضافہ کرتے ہوئے اتنا کہا ہے کہ ان نصوص کو انکے ظاہری مفہوم پر محمول کرنا ضروری ہے۔ لہذا اس نے خالص تشبیہ کا پہلو اختیار کیا جو سلف کے اعتقاد کے خلاف ہے

ثم إن جماعة من المتاخرين زادوا على ماقاله السلف، فقالوا لابد من إجراءها على ظاهرها، فوقعوا في التشبيه الصرف، وذلک على خلاف ما إعتقده السلف. ۳۰

حاصل یہ کہ سلف کی اکثریت تشبیہ کی قائل تھی۔ اور اس اعتبار سے وہ اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کی بھی ایک حد تک قائل تھی۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ کی صراحت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جسمانیت تسلیم کئے بغیر صفات الٰہی کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

لایعقل ماله حياة وعلم وقدرة وسمع وبصر و كلام وإرادة إلاماهو جسم. ۳۱
مگر اس سلسلے میں واضح رہے کہ کلام سلف میں اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے یا نہ ہونے کی تصریح موجود نہیں ہے۔ مگر وہ اثبات کے برعکس نفی کی زیادہ مذمت کرتے ہیں۔ کیونکہ "تعطیل" یعنی اللہ تعالیٰ کو صفات سے معطل کرنا تشبیہ (اسے دیگر اشیاء کے مشابہ قرار دینے) سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:

إن السلف والأئمة كثر كلامهم في ذم الجهمية النفاة للصفات،

و ذموا المشبهة أيضا. وذلك في كلامهم أقل بكثير من ذم الجهمية و لأن مرض التعطيل أعظم من مرض التشبيه. و اما ذكر التجسيم و ذم المجسمة فهذا لايعرف في كلام أحد من السلف و الأئمة. كما لايعرف في كلامهم أيضا القول بأن الله جسم أو ليس بجسم. بل ذكروا في كلامهم الذي أنكروه على الجهمية في نفي الجسم. كما ذكر أحمد في كتاب الرد على الجهمية۔ ۳۲

سلف صالحین اور معتزلہ و جہمیہ کے درمیان تین بنیادی مسائل میں اختلاف تھا جو یہ ہیں: (۱) قرآن غیر مخلوق ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ آخرت میں نظر آئے گا۔ (۳) اللہ تعالیٰ عالم (سات آسمانوں) کے اوپر ہے۔ چنانچہ یہ تین مسائل وہ ہیں جن پر سلف اُمت، ائمہ کرام اور اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مگر معتزلہ اور جہمیہ کو ان تینوں باتوں سے انکار اس لئے تھا کہ ان کے اعتراف سے اللہ تعالیٰ کی جسمانیت ثابت ہو جائے گی۔ ۳۳

فلسفہ زدہ لوگوں کی ہرزہ سرائی

واقعہ یہ ہے کہ فلسفہء یونان کے اثرات سے کلامیات اسلام حد درجہ متاثر ہو چکے ہیں۔ فلسفہ زدہ متکلمین نے یونانی نظریات کا مقابلہ کرنے کے بجائے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی عقائد اور خاص کر عقیدہ توحید پوری طرح مشتبہ و مشکوک بن کر رہ گیا۔ اور پھر متکلمین کی تحریروں میں بہت زیادہ تعارض و تضاد بھی دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف فلسفے کی چاند ماریوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو جسم، جوہر، عرض اور جہت وغیرہ سے منزہ اور پاک قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف عقیدہ سلف کے مطابق اسے مرئی اور قابل مشاہدہ بھی قرار دیتے ہیں، جو ایک بہت بڑا عقلی تضاد ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز نظر آنے والی ہو اسے لامحالہ طور پر جسم ہونا چاہئے۔ ورنہ اس لاینحل مسئلے کو دنیا کا کوئی بھی فلسفہ حل نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے کہ ایک نظر آنے والی چیز کا وجود بغیر جسم کے ممکن نہیں ہو سکتا، تو پھر اسے ایک معمولی جوہر یا ایک بہت بڑا جسم قرار دینے سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ ہر جسم کو حادث قرار دینا ایک مہمل نظریہ ہے، جو سائنسی نقطہء نظر سے قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تحقیقات جدیدہ کے مطابق مادہ ایک پراسرار شے ہے۔ اور اس کی اصلیت کیا ہے؟ اس پر خود سائنس داں حیران ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ جدید سائنس نے ہماری کائنات میں ایسے کئی قسم کے مادے دریافت کر لئے ہیں جو ہمارے معروف مادے سے مختلف ہیں۔ (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ہماری کائنات میں یا اس سے پرے ایسا کوئی مادہ یا سوپر مادہ موجود ہو جو فنا کی علت سے خالی ہو۔ اس سلسلے کے بعض اکتشافات نہایت درجہ حیران کن ہیں۔

لہٰذا ذات باریٔ تعالیٰ کو ایک معمولی جوہر یا اس سے بھی کمتر درجے کی چیز تسلیم کر کے جو ''لاشئ'' ہونے کے برابر ہے کیوں اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالا جائے؟ اور قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق یہ کیوں نہ کہا جائے

کہ وہ اس قدر عظیم ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین کی حیثیت اس کے مقابلے میں ایک رتی سی چیز کے مانند ہے؟ جیسا کہ قرآن اور حدیث میں صراحت موجود ہے کہ وہ قیامت کے موقع پر ساتوں آسمانوں کو ان میں موجود پوری مخلوقات سمیت اپنے ایک ہاتھ میں اٹھالے گا۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔ مگر متکلمین نے اس نقطۂ نظر سے کوئی بحث ہی نہیں کی۔ بلکہ محض ''حدوث اجسام'' اور ''تماثل اجسام'' کے بے بنیاد نظریات کے سامنے سپر انداز ہو کر قرآن اور حدیث کے نصوص پر سیاہی پھیرتے ہوئے یہ ہانک لگادی کہ وہ معاذ اللہ اس وسیع کائنات کے مقابلے میں ایک ''رتی'' سی چیز ہے۔ گویا کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

لہذا اس موقع پر فلسفہ زدہ متکلمین کے نظریات پر تفصیلی بحث کرنے اور قول فیصل صادر کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جدید سائنسی نقطۂ نظر سے ہماری کائنات میں موجود مادہ اور اس کی مختلف شکلوں پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ ''تماثل اجسام'' (یعنی تمام اشیاء ایک جیسی ہیں) کا فلسفیانہ نظریہ حد درجہ گمراہ کن ہے، جسے بنیاد بنا کر ''حدوث اجسام'' کی عمارت کھڑی کی گئی۔ نتیجہ یہ کہ خدائے عظیم کو ''لاشے'' قرار دے دیا گیا۔ حدوث اجسام کا نظریہ خدا کا وجود ثابت کرنے کی غرض سے اختیار کیا گیا تھا مگر حیرت انگیز طور پر اس سے خدا کا وجود ثابت ہونے کے بجائے اشیائے عالم یا مظاہر کائنات کا وجود تو ثابت ہو گیا مگر خداوند قدوس کا وجود معدوم بن کر رہ گیا۔ تعالی اللہ عزوجل عن ھذہ الخرافات۔ الٰہیات کی یہ داستان بڑی ہی عبرتناک ہے۔

مادہ ایک راز ملکوتی

جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اس قسم کے تمام مباحث اوہام و خرافات معلوم ہوتے ہیں، جو بلاوجہ فرض کر لئے گئے تھے۔ کیونکہ عصر جدید میں نہ صرف روح بلکہ خود مادہ بھی ایک پُراسرار چیز بن کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی پہلی تحلیل میں بجلی کے چند ذرات کا مجموعہ ہے، جو تین قسم کے ہیں: ایک منفی (الکٹران) دوسرا مثبت (پروٹان) اور تیسرا بے چارج (نیوٹران)۔ اور ان ذرات کی حقیقت نامعلوم ہے۔ اور وہ اپنی آخری تحلیل میں برقی لہروں یا نوری شعاعوں کا مجموعہ ہے۔ اب نہیں معلوم کہ ان لہروں یا شعاعوں سے عناصر و جواہر کس طرح وجود میں آئے؟ اس اعتبار سے ''مادہ'' ایک ایسا راز ملکوتی ہے جس کی حقیقت پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں اور پوری دنیائے سائنس اس کی نقاب کشائی سے عاجز و بے بس دکھائی دیتی ہے۔ .... (جاری ہے)

خط و کتابت کرتے وقت اپنے
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

جناب جنرل مرزا اسلم بیگ

جب انسانی خون ارزاں ہو جائے !

عراق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں ''حکومت کی تبدیلی'' (Regime Change) کے بارے میں جس پروپیگنڈا مہم کو ہوا دی جا رہی ہے، اس کا اصل مقصد اس مسئلہ کی سنگینی کو کم کرنے کی کوشش ہے اور دنیا کو یہ تاثر دینا ہے کہ امریکی حکومت کے مقاصد تو بڑے محدود ہیں اور صرف صدام حسین کو اقتدار سے الگ کرنا ہے، جہاں تک امریکی حکمرانوں کا تعلق ہے، وہ تو بقول شخصے ''خدمت خلق'' کے جذبہ سے سرشار ہیں اور اپنی ''مخلصانہ خدمات'' عراقی عوام کو ظلم سے نجات دلانے کیلئے کر رہے ہیں، جب کہ ساری دنیا کو یہ علم ہے کہ اصل میں ان کے عزائم کتنے خوفناک ہیں، ان عزائم کے پیچھے دراصل ان کی وہ سوچ ہے جو اس جنگ کی اصل محرک ہے اور انتہائی مجرمانہ ہے: ''تازہ خون تو بنتا رہے گا، مگر تیل تو ختم ہو جانے والی چیز ہے'' (Blood is renewable but oil is not) یعنی جس طرح بھی ممکن ہو تیل کے ذخائر پر قبضہ کر لو، خواہ انسانیت کا قتل ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی مجرمانہ سوچ اور عسکری برتری کے بل بوتے پر اقوام عالم پر بالا دستی قائم کرنے کے رجحان کو عالمی سطح پر بڑی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا گیا ہے، اور اب اس دلیل میں کوئی وزن نہیں رہا کہ عراق نے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار جمع کر رکھے ہیں، عراق کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والی اور مہلک ہتھیاروں کا سراغ لگانے والی، اقوام متحدہ کی معائنہ ٹیمیں گزشتہ چار ماہ سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں مگر انہیں تلاش بسیار کے باوجود کسی مہلک ہتھیار کا کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ عراق نے یو ٹو طیاروں کی پرواز کی بھی اجازت دے رکھی ہے، تاکہ وہ اپنے جدید ترین آلات کو پوری طرح حرکت میں لا کر ہتھیاروں کو ڈھونڈ نکالیں، مگر انہیں بھی ابھی تک کسی ایسے میزائل کا سراغ نہیں ملا جو ایٹمی ہتھیاروں کو اپنے اہداف تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

بش اور بلیئر، آج جس مسئلہ پر اپنی برہمی کا اظہار کر رہے ہیں، اس میں آسٹریلیا کے جان ہاورڈ بھی برابر کے شریک ہیں، ان سب کی بے قراری کا یہ عالم ہے کہ وہ یو این انسپکٹروں کی جانب سے کسی قسم کا ثبوت نہ ملنے کے باوجود، عراق کو تاراج کرنے پر تلے بیٹھے ہیں، اور یہ خوف ان کے اعصاب پر سوار ہے کہ عراق کے پاس تباہی پھیلانے والے ہتھیار موجود تو ضرور ہیں، مگر وہ اسلحہ انسپکٹروں اور حساس آلات کی گرفت سے باہر ہیں، اس جنونی کیفیت اور امریکہ کی پریشانی اور بیتابی کا اصل سبب یہ ہے کہ ایران کے خلاف جنگ میں استعمال کے لئے امریکہ اور یورپی ممالک نے عراق کو خطرناک کیمیائی اور جرثومی ہتھیار مہیا کئے تھے۔ جنہیں عراق نے ایران کی فوج اور کرد باغیوں کے خلاف استعمال کیا اور جو بچ گئے انہیں چھپا رکھا ہے، جنہیں ڈھونڈ نکالنے کے لئے امریکہ کی زمینی فوج کو عراق میں داخل ہونا ضروری ہے،

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر امریکہ' ایسے ہتھیاروں کے بارے میں آڈٹ رپورٹ چاہتا ہے' جو عراق نے استعمال نہیں کئے' تو اسے کھل کر اس کا مطالبہ کرنا چاہیئے' مگر اس میں اتنی اخلاقی جرات کہاں ہے' ذرا سوچئے اگر ان مہلک ہتھیاروں کا اپنے ہاں جمع کرنا اتنا ہی سنگین جرم ہے' تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے' کہ امریکہ نے یہ مہلک ہتھیار صدام حسین کو آخر فراہم ہی کیوں کئے؟ سچ تو یہ ہے کہ انسانی خون کے پیاسے' انسانیت کے دشمن ہیں۔ انسانیت کے خلاف کی جانے والی کاروائیوں کا محاسبہ کرنے والی اگر کوئی عدالت آج موجود ہے' تو وہ صرف صدام حسین ہی کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا نہ کرے بلکہ امریکہ کے گرد بھی گھیرا تنگ کرے' کیونکہ دونوں برابر کے مجرم ہیں' یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے اندر کا چور' عراق کا مسئلہ حل کرانے کے لئے بین الاقوامی عدالت کی جانب رجوع کرنے کی مخالفت کر رہا ہے۔

آج جس خوفناک انداز میں جنگ کی تیاریاں کی جارہی ہیں اس سے امریکہ کے مستقبل کے ارادوں کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ ہتھیاروں کی تلاش تو عراق پر جنگ تھوپنے کا محض ایک بہانہ ہے' اور قرائن سے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ عراق کا وہی حشر ہونے والا ہے' جس سے کچھ عرصہ قبل' افغانستان دوچار ہوا۔ امریکی ارباب اختیار کی ذہنی کیفیت کا اندازہ حکومت کے معتمد اخبارات سے لگایا جاسکتا ہے' ان اخبارات کے اداریتی کالموں سے حکومت کی سرکاری پالیسیوں کو تقویت ملتی ہے۔ اور یہ اخبارات' حکومت کے فیصلوں کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں' مثال کے طور پر 5 فروری کی اشاعت میں' واشنگٹن پوسٹ نے عراق کے خلاف فوری کاروائی کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اپنے موقف کے حق میں یہ دلیل پیش کی ہے' امریکہ کو آج جس بیرونی مداخلت کا سامنا ہے' اس کے پیش نظر اب وہ اگر عراق کے خلاف' فوجی کاروائی سے ہاتھ روکتا ہے' تو یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہوگی۔'' ہنری کسنجر بھی حکومتی حلقوں کو متنبہ کررہے ہیں'' امریکہ کو اب کسی طرح بھی دباؤ کے آگے جھکنا نہیں چاہیے اور مختلف محاذوں پر متعین کردہ اپنی فوجیں اس وقت تک واپس نہیں بلانی چاہئیں جب تک صدام حسین کو قرار واقعی سزا نہیں دی جاتی۔ اور اب اگر امریکی ارباب اختیار نے ذرا ڈھیل دکھائی تو دہشت گردی کے خلاف بپا کردہ جنگ اور دوسرے بین الاقوامی معاملات میں امریکہ کی ساکھ اتنی مجروح ہو جائے گی کہ اس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے گی۔'' .... اپنے تزویراتی مقاصد کی تکمیل کیلئے امریکہ عراق کے خلاف جنگ کا آغاز کرنے والا ہے' اس ضمن میں کولن پاول نے حال ہی میں عراق کے خلاف' سیکورٹی کونسل میں جو رپورٹ پیش کی وہ معنویت سے یکسر عاری تھی اور اس میں پیش کئے گئے دلائل اتنے مہمل تھے کہ اس سے امریکہ' عالمی سطح پر عدم اعتماد کا شکار ہو گیا ہے اور اس کے استعماری ارادے پوری طرح بے نقاب ہو چکے ہیں' اس تناظر میں امریکہ کے سابق صدر کلنٹن کا تبصرہ'' یہ سب کچھ تیل پر تصرف جمانے کیلئے کیا جارہا ہے'' حقیقت پر مبنی ہے' جمہوریت کی بحالی اور عراقی عوام کو سفاک حکمرانوں سے نجات دلانا تو محض ایک بہانہ ہے' جہاں تک امریکہ کی'' جمہوریت نوازی'' کا تعلق ہے' ظاہر ہے کہ اس کا ٹریک ریکارڈ بہت گھناؤنا ہے' امریکہ متعدد ملکوں کے جمہوری نظام کی بساط لپیٹ

دینے میں اپنا کردار ادا کر چکا ہے۔ الجیریا، ترکی اور وینز ویلا میں جمہوری روایات کے تحت قائم ہونے والی حکومتوں کا حشر تو آپ دیکھ چکے ہیں، امریکہ جیسے "مخلص دوست" جب کسی "خوش نصیب" کو میسر آ جائیں تو پھر "دشمنوں" کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو؟

عراق کے خلاف جنگ کے حوالے سے عالمی سطح پر جس طرح مظاہرے کئے گئے ہیں، اس سے تہذیبوں کے ٹکراؤ کا فلسفہ اپنی موت خود مر گیا ہے، اب تہذیبوں کے ٹکراؤ کے بجائے عالمی سطح پر انسانی قدروں کے احترام کی باتیں ہونے لگی ہیں، اور انسان دوستی کے جذبوں کو فروغ ملنے لگا ہے۔ اب جانبدارانہ انصاف، دوہرے اخلاقی معیار اور دوسرے مذاہب کے خلاف منافرت کی کیفیت ایسے عوامل ہیں جو احتساب کی کسوٹی پر غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ عراق پر ممکنہ حملے کے خلاف ہر ملک، ہر نسل، اور ہر قوم کے ہزاروں لاکھوں افراد اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، اور انہوں نے ظلم کے خلاف بھرپور صدائے احتجاج بلند کی ہے، یہ مثبت سوچ گویا حق و صداقت کی فتح ہے اور انسانی تاریخ کی ایک روشن مثال ہے، وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کا اصل مسئلہ امن کی بحالی کا ہے نہ کہ جنگ جیتنے کا!

طاقت کے نشے میں بدمست حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ جنگ جیتنے کی بجائے امن کی بحالی کو یقینی بنائیں، اور اس تاریخ ساز لمحے میں حکمت و دانش کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ عوام کے دلوں کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کریں، شرق اردن کے حسن بن طلال کے یہ الفاظ کتنی معنی رکھتے ہیں، وقت کی پکار یہ ہے کہ آدمی کو انسان بنایا جائے نہ کہ اسے شیطان کے روپ میں ڈھال دیا جائے، حقیقت اور افسانے میں امتیاز روا رکھنا از بس لازم ہے، ہمیں امید کا دامن کبھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہئے اور جنگ ٹالنے کے تمام ممکنہ ذرائع بروئے کار لانا چاہئیں۔

9/11 کے خونچکاں واقعات کے بعد عالمی سطح پر حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، لیکن عراق پر منڈلاتے بادلوں نے ساری صورتحال کو حد درجہ گھمبیر بنا دیا ہے، جنگ کے خطرات نے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس نازک صورتحال کا مثبت پہلو یہ ہے کہ ہمیں گھپ اندھیروں میں بھی امید کی کرن دکھائی دیتی ہے، کیونکہ اب عالمی سوچ کا محور یہ ہے کہ قومیں 'یک قطبی عالمی نظام' (Unipolar World Order) کے وجود کو قبول کرنے پر تیار نہیں، کیونکہ کثیر الجہتی عالمی نظام (Multipolar world order) کے تصور کو پذیرائی مل رہی ہے، اور "تنہا پرواز" کا شیرازہ بکھرتا دکھائی دینے لگا ہے، اس حوالے سے بھارتی مصنفہ اُرن دھتی (Arundhati) کا کہنا ہے کہ "پہلی دنیا سے یکسر مختلف، دوسری دنیا کا جنم لینا، ہرگز بعید از قیاس نہیں، اس نئے نظام کا طلوع ہونا بدلتے ہوئے عالمی حالات کے تناظر میں آج ایک حقیقت ہے۔ یہ نظام، اب آگے بڑھ رہا ہے اور کیا عجب کسی بھی دن کمال خاموشی سے ہمارے دروازے پر دستک دینے لگے۔ اس کی سانسیں بھی اب صاف سنائی دینے لگی ہیں" کیا امریکہ کو بھی ان قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے؟ اور کیا نیا عالمی نظام انسانیت کا بے دریغ خون بہائے بغیر بھی قائم ہو سکتا ہے؟

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار

عباد الرحمٰن کے اوصاف

اصلاح انقلاب امت

زبان کی حفاظت' لایعنی امور سے احتراز

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کلامہ المجید بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایھا لذین امنوا اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما صدق اللہ عظیم (سورۃ احزاب رکوع ٦ آیت ٧٠ ٧١)

ترجمہ: اے ایمان والو' ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو سیدھی بات کہ درست کر دے تمہارے گناہ کو اور جو کوئی اللہ اور رسول کے کہنے پر عمل پیرا ہوا اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

امت کی اصلاح کا بیش بہا نسخہ:

محترم سامعین قرآن کریم کی یہ دو آیات جو میں نے تلاوت کیں الفاظ کے لحاظ سے اگر چہ مختصر' مگر امت کے ہر فرد کی انفرادی و اجتماعی اصلاح کے لئے اس میں بیش بہا نسخہ بیان فرمایا گیا۔

اس سے پہلے آیت یعنی یاایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذو موسی الخ میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم اپنے پیغمبر کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ و سلوک نہ کرنا جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کیا کہ حضرت موسیٰؑ کو انہوں نے قسم قسم کی اذیتیں پہنچائیں' جھوٹے الزامات لگائے' ان کا تمسخر اڑایا۔ ان کے برص و دیگر امراض میں مبتلا ہونے کے پراپیگنڈے کئے۔ ان کے خرافات و الزامات سے اگر چہ موسیٰ کی شان و مرتبہ میں کچھ کمی نہ آئی کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندے اور رسول تھے' بلکہ الزام تراش اپنی دنیا و آخرت کو تباہ کیا اور کہیں کے نہ رہے۔ اللہ نے موسیٰ کی براۃ ظاہر فرمادی اور ان کا صحیح و سالم ہونا تمام دنیا پر واضح کر دیا۔

رب العزت موسیٰ کی برأت فرمانے کے بعد امت محمدی کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے اللہ اور محمدؐ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والو نے موسیٰ کے قوم کی طرح تم اپنے پیغمبر کی مخالفت کر کے ان کو ایذاء مت دینا۔ بلکہ اپنی تمام زندگیوں کو

اللہ و رسولؐ کے فرمان کے مطابق گزارتے رہنا۔ موسیٰ کو جس نے ایذا پہنچانے کا اشارہ مذکورہ آیت میں کیا گیا اس کا بیان خود محمد ﷺ نے جو فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اور طریقوں سے بنی اسرائیل کا اپنے نبی کو تکالیف دینے کے ساتھ ساتھ سب سے بڑے جرم کا ارتکاب انہوں نے یہ کیا کہ لسانی و زبانی کلام کے ذریعہ جھوٹے الزامات اور بے سروپا عیوب آپؑ پر لگاتے تو بطور خاص رب العزت نے مسلمانوں کو ہدایت فرمادی کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھ کر بری باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو اور خاص کر کلام و گفتار میں شدت احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے، جو بات بھی کرنی ہو سیدھی اور حق پر مبنی ہونی چاہیے کسی موقع پر اعتدال کی راہ کو نہ چھوڑا جائے۔

قول سدید:

آیت کریمہ میں قول سدید کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کلام دو قسم کا ہے ایک سدید اور دوسرا غیر سدید، سدید وہ کلام جو حقیقت کے عین مطابق ہو اور ٹھوس و صحیح دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے اور غیر سدید وہ کلام جس میں حقیقت کو ملحوظ خاطر نہ لایا جائے، اس کی بنیاد ظن، گمان رائے زنی پر ہوتی ہے اسی وجہ سے مفسرین نے کلام سدید کو مومنانہ کلام اور کلام غیر سدید کو منافقانہ کلام کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ اسی منافقانہ طرز کلام سے بچنے کی دعوت دے کر حق تعالیٰ بنی نوع انسان کو فلاح و نجات کا راستہ بتلا رہے ہیں اور حضور ﷺ نے بھی اسی لسان و کلام کی لغزشوں پر بارہا امت کو تنبیہ کر کے خود بھی اپنے کلام و لسان کو قابو میں رکھا۔

زباں کی حفاظت:

حضور اقدس ﷺ کا زبان کو قابو میں رکھنے کے بارے میں فرمان ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لایلقی لھا بالا یرفع اللہ بھا درجات و ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لایلقی لھا بالا یھوی بھا فی جھنم رواہ البخاری۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالتا ہے جسمیں حق تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے، اگرچہ بولنے والا اسکی اہمیت کو نہیں جانتا، لیکن اللہ تعالیٰ اسکے سبب سے اسکے درجات بلند کر دیتا ہے اسی طرح جب بندہ ایسی غیر مناسب بات زبان سے نکالتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہے، تو اگرچہ وہ بندہ اس بات کی اہمیت سے ناواقف ہوتا ہے لیکن وہ بندہ اس بات کے سبب سے دوزخ میں گر جاتا ہے

ارشاد گرامی کا خلاصہ یہ نکلا کہ اپنے قول و زبان کو قابو میں رکھ کر منہ سے نکالی ہوئی کسی بات کو بھی غیر اہم نہ سمجھو۔ بعض اوقات انسان اپنے قول کی قدر و اہمیت سے واقف نہیں ہوتا اپنی بات کو نہایت معمولی درجہ کی بات سمجھ جاتا ہے، مگر عند اللہ وہ بات اس کی نجات مقبولیت اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور کبھی اپنی بات کو معمولی سمجھ کر اس

کو زبان سے نکالنے میں کوئی عار و باک محسوس نہیں کرتا لیکن حقیقت میں وہ بات انجام کے اعتبار سے اتنی خطرناک ہوتی ہے کہ وہ اس کے لئے جہنم میں رسائی کا باعث بن جاتی ہے۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

عن عقبة بن عام قال لقيت رسول الله صلم فقلت ما النجاة فقال' املك عليك لسانك و وليسعك بيتك و ابك على خطيئتك۔ (رواہ الترمذی)

عقبۃ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ مجھے بتایئے کہ دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ کیا ہے' آپ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو تمہارا گھر تمہارے لئے کافی ہو اور اپنے گناہوں پر خوب روؤ۔

یعنی اپنی زبان کو ایسی چیزوں اور باتوں سے محفوظ رکھو جن میں خیر و بھلائی نہیں دوسروں کے عیوب و نقائص تلاش کرنے کی بجائے اپنے دین کے معاملہ میں محتاط اور پرہیز گار رہو اور اپنے احوال پر نظر رکھ کر اپنی برائیوں کا محاسبہ کرو۔ یہی زبان و کلام انسان کو کامیابیوں کے نقطہ عروج تک بھی پہنچا دیتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے بارہا دنیوی و اخروی ذلتوں اور رسوائیوں کا سامنا کرنا بھی پڑ جاتا ہے اسی وجہ سے صاحبِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی سعید رفعه قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء كلها تكفر' و اللسان فتقول اتق الله فينا فانا نحن بك فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا۔ (رواہ الترمذی) حضرت ابی سعید خدری حضور ﷺ سے بطریق مرفوع روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابن آدم صبح کو کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کے ساتھ التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں' ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر' کیونکہ ہمارا دارومدار تجھ پر ہے۔ اگر تو (زبان) سیدھی و درست رہے گی تو ہم بھی صحیح و سالم' اگر ٹیڑھی اور کجی کی راہ پر رہی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔

<u>زبان دل کی بھی ترجمان ہے:</u>

اصل میں پورے جسم و اعضا' کا بادشاہ و سردار تو دل ہے' مگر دل کی ترجمان و نائب زبان ہے' دل میں جو تصور و خیال پیدا ہو زبان اس کا اظہار کر کے باقی اعضا' جسم اس پر عمل کرتے ہیں' تو جیسے دل کے صحیح و سالم ہونے سے پورا جسم صحیح و سالم کہلاتا ہے' اسی طرح زبان و کلام کی درستگی سے جسم کے باقی تمام اعضا' ہر قسم کی آفات و مصائب سے محفوظ رہتے ہیں' مرشد عالم ﷺ نے فتنوں کی جڑ زبان کو قرار دے کر اس فتنے سے بچنے کی ہدایت بارہا فرمائی۔

عن سفيان بن عبد الله الثقفى قال قالت يارسول الله ماتخاف على قال فاخذ بلسان نفسه و قال هذا۔ (رواہ الترمذی) حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی حضور ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ میرے بارے میں جن اشیاء سے ڈرتے ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک

چیز کون سی ہے۔ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا کہ یہ چیز یعنی تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ خطرہ اس زبان سے لگتا ہے کہ گناہ کی اکثر باتیں اس سے صادر ہوتی ہیں لیکن تم زبان کے اس خطرناک فتنہ سے بچو حضور اکرم ﷺ نے اپنی زبان پر کنٹرول کر کے امت کو ایک قابل عمل اور ہزاروں گناہ و مصائب سے بچنے کا راستہ دکھلایا' حضرت علی حضور کی سیرت مطہرہ بیان کرتے ہوئے گویا ہیں ولایتکلم الافیمار جا ثوابہ کہ آپ صرف وہی کلام فرماتے جو باعث اجر و ثواب ہوتا۔

لایعنی امور سے احتراز:

کسی شخص کے بہترین مسلمان ہونے کی جو خوبی حضورؐ نے بیان فرمائی وہ یہ کہ من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ کہ بیکار اور بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا کہ دوسروں کی غیبت یعنی عیوب کو تلاش کرنا اگر گناہ کے زمرہ میں نہیں آتا تو بھی بے مقصد اور بے کار عمل ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے۔ بعض دوستوں کو بیماری یہی ہوتی ہے کہ وہ ہمہ وقت اوروں کی غیبت اور ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور سارا وقت اپنی زبان کو اسی بے مقصد کلام میں استعمال کر کے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مصداق بنتے جاتے ہیں۔ جس کی سخت ترین الفاظ میں مذمت قرآن وحدیث میں بیان ہو چکی ہے۔

ہم ہی میں اکثر و بیشتر اپنے آپ کو بڑے بڑے عالم اور سمجھدار کہلوانے والے زبان کے اس بے محل دباؤ میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنی پوری کی پوری محفل و مجلس صحابہ کرام' اکابرین امت اور بزرگان ملت کے شان میں ایسے لغو فضول تحقیق و گفتار میں گزار دیتے ہیں جس کا نہ دین سے کوئی تعلق واسطہ اور نہ آخرت کی فوز و فلاح کا دارو مدار۔ حالانکہ یہ ایسے موضوعات ہوتے ہیں جن میں رائے زنی کی گنجائش ہے اور نہ بے ضرورت تفتیش کی' ایسے مسائل کی بجائے اگر قوت گویائی کے اس اہم ہتھیار کو دین کے بنیادی و اہم امور کی طرف موڑ کر اصلاح امت کے کام میں استعمال کیا جائے' تو اس سے وہ کام لیا جا سکتا ہے جو اور کسی طاقتور سے طاقتور ہتھیار سے بھی نہیں لیا جا سکتا۔

مسلمانوں کی حالت زار:

آج ہمارا حال یہ ہے کہ گھر گھر بے دینی کی لہر زوروں پر ہے' انفرادی و اجتماعی معاشرہ شریعت و شرعی احکام سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ پورا ڈھانچہ ہی غیر اسلامی و غیر اخلاقی مخرب اخلاق رسیوں میں جکڑا ہوا ہے' شعائر دین کا سر عام مادر پدر آزادی کے نام پر مذاق اڑایا جا رہا ہے' انبیاء' و صحابہ تک کو معاف نہیں کیا جا رہا ہے مگر ہماری زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں' منہ سے ایک جملہ بھی اصلاح حال کی خاطر کار خیر سمجھ کر نہیں نکالا جا رہا ہے زیادہ سے زیادہ ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کے مصداق یہ کہہ کر اپنے ذمہ داری سے جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے ''کہ ہر کسی کو اپنی اپنی قبر میں رہ کر اپنے اپنے کیے کی جوابدہی کرنی ہے''

تو ہاں اس زبان وکلام کے بے محل استعمال کے سلسلہ میں غیبت جیسے خطرناک گناہ کا ذکر ہورہا تھا کہ ہماری کوئی مجلس' اٹھنا بیٹھنا اس سے خالی نہیں' اکثر و بیشتر میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ اس گناہ کے سلسلہ میں ہم اس حد تک گر کر پستی کی طرف جا چکے ہیں کہ اتفاق سے اگر کہیں تین قریبی دوست بیٹھے ہوں اور انمیں سے کسی ایک کو اپنی کسی اہم حاجت کے پیش نظر اس نشست سے اٹھنا بھی ہوا تو اس خوف سے کہ میرے اٹھتے ہی یہ بقیہ دو میرا پوسٹ مارٹم شروع کردیں گے اور اگلا پچھلا سارا شجرہ نسب تار تار کردینگے نہیں اٹھتا آخر مسلمان اور خود کو جنت کے ٹھیکیدار کہلوانے کے باوجود ہم کیوں اس تیزی سے گمراہی کے گڑھے اور تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم میں اکثر دوستوں کے اذہان اتنے پست ہوگئے ہیں کہ اپنے عیوب کی طرف دیکھ کر انکی اصلاح کی بجائے اپنے ہی حقیقی و دینی بھائیوں کی رسوائی پر تلے ہوئے ہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ کا ارشاد:

حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ نے زبان کے اس سب سے بڑے گناہ غیبت کے بارے میں غیبت کرنے والے سے ایک اہم سوال فرمایا ہے کہ جس کی برائی بیان کی جارہی ہے' آیا بیان کرنے والے کا مقصد اس شخص کی صلاح کا خواہشمند ہونا ہے' یا اس کی بدنامی کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے اگر اصلاح کرنے کا ارادہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ کبھی شفقت اور نرمی سے اس کو اپنے فعل بد پر خبردار کر کے تنہائی میں اس کی درستگی کی کوشش نہ کی' اور اگر یہ نہ ہوسکا تو پھر ظاہر ہے کہ لوگوں کے درمیان کسی کی برائی کا ذکر کرنا قطعاً اصلاح اور درستی کے ارادہ سے نہیں بلکہ معاشرہ میں بدنام کرنا ہی مقصد بیان ہے۔

رابعہ بصریہ ؒ کا معمول:

اسلام کی عظیم و نامور نسوانی ہستیوں میں سے حضرت رابعہ بصریہ ؒ جیسی عظیم المرتبت و نیک ہستی کا نام آپ نے بارہا سنا ہوگا جن کے بارے میں حضرت تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ اپنے کلام و زبان کو کبھی شیطان کی برائی بیان کرنے میں بھی استعمال نہ فرمائی تھی' اور وجہ بیان کرتیں کہ جتنی دیر اس بے مقصد اور لاحاصل کام میں قوت گویائی کو صرف کرنا ہے کیوں نا اتنی دیر تک اپنے خالق حقیقی اور منعم ازلی کا ذکر کر کے حیات ابدی میں سرخروئی حاصل کروں۔

حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ ''الغیبۃ اشد من الزنا'' گناہ کے اعتبار سے غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے' عام طور سے غیبت دو قسم کے لوگوں کی کی جاتی ہے' ایک تو ایسے افراد کی غیبت جو حقیقت میں برے اور مذمت کے قابل ہیں' ان پڑھ اور جاہل لوگ جو دین کے مسائل سے ناآشنا ہوتے ہیں وہ اسی قسم کی غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں' اور دوم قسم غیبت کی نیکیوں کو برا کہنا' بدقسمتی سے جیسے کہ پہلے بھی عرض کرچکا ہوں' کہ بڑے دانا و سمجھدار اور علم کے زیور سے آراستہ لوگ اس دوسری قسم کی غیبت میں مبتلا ہیں' ان کے سامنے مجلس میں اگر انہی کے ہم پیشہ یعنی عالم و فاضل کا ذکر کیا جائے تو اس کے مرتبہ اور مقام کو کم کرنے کے لئے اس میں ہزاروں نقص اور عیوب نکالنے کی کوشش شروع کردی جاتی ہے۔

زبان کی بے احتیاطی کی مضرتیں:

اگر ہم اپنے گناہوں پر انصاف سے غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اکثر و بیشتر معاصی و دین و دنیا کی تباہی کا سبب بدزبانی و بدکلامی ہی ہے کئی دفعہ زبان سے غیر مناسب بات نکل کر انتہائی قریب عزیزوں اور دوستوں کے درمیان دشمنی وفساد کا ذریعہ بن جاتی ہے جسکے نتیجہ میں آپ کو تو علم ہی ہے کہ ہمارے پختون' معاشرہ میں جہالت اور بے علمی کی وجہ سے قتل وقتال کا سلسلہ شروع ہو کر کئی پشتوں تک جاری رہتا ہے' گویا دین و دنیا کے اختلاف وفساد کی جڑ یہی زبان ہی ہے' وجہ یہ کہ انسانی بدن اور اعضاء کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں ہاتھ پاؤں کے ذریعہ کام کرنے سے ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے کہ یہ دونوں اعضاء تھک و درماندہ ہو کر جواب دے جاتے ہیں درد والم کا احساس ہو جاتا ہے' دماغ کو زیادہ استعمال میں لانے کی وجہ سے یہ بھی ایک مرحلہ پر سن ہو جاتا ہے' یہی حال اور اعضاء انسانی کا بھی ہے اگر تھکاوٹ نام کی شئی سے واقف نہیں تو وہ صرف زبان ہی ہے جو ہر وقت قینچی اور درانتی کی طرح چل کر جائز و ناجائز کی تمیز ہی نہیں کرتی۔

اپنے مسلم معاشرہ پر نظر دوڑائیں' ہر جگہ افتراق وانتشار کا دور دورہ ہے' گھر گھر دشمنی اور نفرتوں کا سیلاب امڈ آیا ہے' اپنے پرائے اور بڑے چھوٹے کی تمیز ختم' فرق مراتب احترام وترحم ناپید ہے' قبیلہ قبیلہ سے متنفر فرد فرد سے اور جماعت جماعت سے گریزاں' صبح وشام اتحاد واتفاق کا درس دئے جارہے ہیں' خطباء وواعظین حضرات کا کوئی خطبہ ووعظ بھی افتراق واختلاف سے بچنے اور اتفاق پر عمل کی تلقین سے خالی نہیں' پھر بھی اتحاد واتفاق کی بجائے انتشار کی طرف مسلمان بڑھ رہے ہیں' اس کی سب سے بڑی وجہ زبان وکلام کی بے احتیاطی' یہ تمام کارستانیاں اسی زبان ہی کی ہیں۔

کسی بات کو معمولی سمجھ کر بے احتیاطی کے ساتھ بولنے سے وہ اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں کہ جس کے سامنے پھر بڑے سے بڑا بند بھی نہیں باندھا جاسکتا اور انفرادی اور اجتماعی اتحاد کا پورا شیرازہ ہی بکھر جاتا ہے۔

بات کہاں سے کہاں جا پہونچی بہر حال پورے وعظ وابتداء میں بیان کردہ آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تول اور پھر بول کے مقولہ پر عمل کیا جائے تو آخرت کے خسارہ اور دنیا کے مصائب میں مبتلا ہونے والی ہزاروں تکالیف سے بچا جاسکتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ اللہ کا خوف دل میں پیدا کر کے سیدھی اور درست بات کہنے کی خاصیت یہ ہے کہ ایسے شخص کو بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت حاصل کرنے والے اعمال کی توفیق اللہ نصیب فرما کر اس کی برکت سے کئی گناہ دھل جاتے ہیں...... یہ دنیوی واخروی فوز وفلاح کا حصول تب ممکن ہوگا کہ قلوب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کا جذبہ موجزن ہو کیونکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں حقیقی ودائمی کامیابی کا راز مضمر ہے جس کسی نے اس اہم اور لازمی راہ کو اختیار کیا وہ ہر موڑ پر کامیاب رہا۔

اللہ جل مجدہ' ہم سب کو اپنے اور اپنے محبوب ﷺ کا اطاعت گزار بنا کر ہر قدم پر ان کی تابعداری سے ہمکنار فرمائے۔ امین۔

جناب محمد یونس میو
ڈسکہ

جدید اصولِ تحقیق کی تشکیل میں مسلمان محدثین کے کارنامے
(روایات تفسیر القرآن العظیم کے تناظر میں)

علامہ ابن کثیر بطور محدث

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ابن کثیر کی تفسیر کے حوالہ سے آپ کی محدثانہ حیثیت کے بارے میں لکھا ہے۔

"حافظ ابن کثیر ایک پختہ کار محدث تھے انہوں نے محدثانہ طریق پر یہ تفسیر مرتب کی، اگرچہ وہ اس میں بلند محدثانہ معیار کو پورے طور پر قائم نہیں رکھ سکے جس کی ان سے توقع تھی اور انہوں نے کسی قدر توسیع سے کام لیا اور اسرائیلیات کے ایک حصہ کو قبول کیا، مگر اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ تفاسیر میں محدثانہ نقطہ نظر سے یہ تفسیر سب سے زیادہ قابل اعتماد و استفادہ ہے۔ (۱)

اس تفسیر کی یہ خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن کی تفسیر قرآن سے کی گئی ہے مفسیرن کی اصطلاح میں اس تفسیر کو فنی اعتبار سے "تفسیر القرآن بالقرآن" کیا جاتا ہے، ابن کثیر کے ہاں اس کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے جیسا کہ وہ خود مقدمہ میں فرماتے ہیں "ان اصح الطریق فی ذلک ان یفسر القرآن بالقرآن" (۲) اس کے بعد پھر حدیث اور پھر اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس ضمن میں آپ خلفاء راشدینؓ کا ذکر خاص طور پر کرتے ہیں (۳) ابن کثیر سلیس اور مختصر عبارت میں آیت کی تفسیر کرتے ہیں، مقدمہ ابن کثیر کے علمی اور تفسیر مباحث سے عندیہ ملتا ہے کہ آپ نے اسرائیلیات کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ کو قبول کیا ہے (۴) لیکن اس پر نقد و جرح میں ذرا نہیں چوکتے، آپ نے اس تفسیر میں طبری، ابن حاتم اور ابن عطیہ وغیرہ سے استفادہ کیا ہے، عربی اشعار نقل کئے ہیں (۵) آپ ایک محدث کی حیثیت سے احادیث کا معیار اور اسناد بھی بیان کرتے ہیں، بعد ازاں اس کی تائید میں صحابہؓ تابعین کے اقوال بیان کرتے ہیں اور بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں (۶) بعض کو صحیح اور بعض کو ضعیف قرار دیتے ہیں، آپ رواۃ و رجال اور اسرائیلیات پر نقد و جرح میں مشہور ہیں، اس بارے میں مولانا تقی عثمانی نے اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"یہ کتاب تفسیر ابن جریر کا خلاصہ ہے البتہ اس کا ایک امتیاز یہ ہے کہ حافظ ابن جریر، ابن مردویہ، اور ابن ماجہ وغیرہ نے تفسیری روایات کو صرف جمع کرنے کا کام کیا ہے، انکی چھان پھٹک نہیں کی۔ لیکن حافظ ابن کثیر کی خصوصیت یہ ہے کہ

وہ روایات پر جرح وتنقید کے فن کا مہارت سے استعمال کرتے ہیں،(۷) لیکن اس کے باوجود ابن کثیر میں ہر طرح کی روایات ملتی ہیں، ضعیف بھی اور اسرائیلی بھی، تاہم آپ بار بار واللہ اعلم (۸) کہتے ہوئے نہایت احتیاط سے آگے بڑھتے جاتے ہیں، غالباً یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس کو روایتی مگر محتاط اور مستند تفسیر قرار دیا ہے۔(۹) ذیل میں چند روایات کا فنی وفکری جائزہ مرتب کیا جارہا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ محدثین روایات کے بارے میں کس قدر محتاط تھے اور انہوں نے روایات کے داخلی اور خارجی پہلوؤں کا کس قدر غائر مطالعہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ابن کثیر کی پہلی روایت جس کا تعلق حدیث کی کتاب ''مسند احمد'' سے ہے۔

وقال حدثنا حسین حدثنا ابن لهیعة حدثنا زبان بن فائد عن سهیل بن معاذ بن انس الجهنی عن ابیه عن رسول الله ﷺ انه قال (من قرأ أول سورة الکهف و آخرها کانت له نوراً من قدمه إلی رأسه ومن قرأ ها کلها کانت له نوراً بین السماء والارض) انفرد به أحمد ولم یخرجوه(۱۰)

آپ جانتے ہیں کہ حدیث کی عدم صحت کے لئے کسی ایک راوی کا غیر ثقہ اور ضعیف ہونا کافی ہوسکتا ہے، اور اس روایت کے اکثر راوی ضعیف الحدیث، منکر الحدیث قرار دیئے گئے ہیں، اس روایت کے پہلے قابل توجہ راوی ''ابن لھیعۃ مفرئ عبداللہ ابو عبدالرحمان'' ہیں ان کے بارے میں صاحب مشکوۃ کی تحقیق یہ ہے کہ ''اگرچہ یہ فقیہ ہیں، مصر کے قاضی بھی رہے، لیکن حدیث کے باب میں ضعیف ہیں، لیکن ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل کی رائے دوسری ہے'' ''ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا کہ مصر میں کوئی شخص کثرتِ حدیث اور اس کی یادداشت اور پختگی میں ابن لھیعۃ جیسا نہ تھا'' ان کا ۱۷۴ھ میں انتقال ہوا''(۱۱)

ابن لھیعۃ سے ''زبان بن فائد نے روایت کی ہے جن کے بارے میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے:

''ضعفه ابن معین، وقال احمد احادیثه مناکیر، وقال ابو حاتم صالح''(۱۲)

ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ ''وہ اپنی نماز، عبادات، وغیرہ کے باوجود حدیث میں ضعیف قرار دیئے گئے ہیں۔ ضعیف الحدیث مع صلاتہ وعبادتہ(۱۳)

علامہ موصوف نے اپنی دوسری کتاب میں ابن حبان کے حوالہ سے ان کو بہت بڑا ''منکر الحدیث'' اور نا قابل حجت قرار دیا ہے۔

وقال ابن حبان منکر الحدیث جداً لا یحتج وقال الساجی عنده مناکیر(۱۴)

ابن لھیعہ، سہل بن معاذ بن انس الجہنی سے روایت میں متفرد ہیں، سہل بن معاذ بھی اس روایت کے اہم راوی ہیں، علامہ ذہبی نے انکو ضعیف کہا ہے، لیکن ابن حبان نے ان کا ذکر الثقات میں کیا ہے۔(۱۵) ''تقریب'' میں لکھا ہے کہ سوائے ان

درایات کے جن کوان سے زبان بن فاید نے لیا ہے ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' لا باس به الا فی روایات زبان عنه من الالبیعة '[۱۶] ابن حجر عسقلانی نے ابوبکر ابی غثیمر اور ابن معین کے حوالہ سے ضعیف کیا ہے' آپ نے زبان بن فاید کے حوالہ سے ان پر سخت تنقید کی ہے اور ان کو ضعفا اور منکر الحدیث جداً قرار دیا ہے۔ ہاں ابن حبان اور العجلی المصری تابعی کی روایت سے ان کو ثقہ بھی کہا ہے۔[۱۷]

آپ جانتے ہیں کہ کسی روایت کے درست اور قابل اعتناء کے لئے رواۃ پر بحث ابتدائی مرحلہ ہے' ضروری نہیں ہے وہ راوی ثقہ ہوں تو روایت بھی صحیح ہو بلکہ اس کے بعد روایت کو ایک اور امتحان ''درایت'' سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس میں قرآن و حدیث' اجماع امت' ادب و اسلوب زبان ولسانیات' فصاحت و بلاغت کے علاوہ عقل جیسے معیارات پر بھی پورا اترنا پڑتا ہے' محدثین اور آئمہ جرح وتعدیل نے اس کے لئے کچھ اصول مقرر کردیئے ہیں' کسی بھی روایت پر بحث کرتے ہوئے ان اصولوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے' روایت زیر نظر پر درایت کے دو اصولوں کا اطلاق ہوتا نظر آتا ہے' وہ اصول یہ ہیں۔

وہ حدیثیں جو قرآن مجید کی الگ الگ سورتوں کے فضائل کے بارے میں وارد ہوئی ہیں[۱۸]

دوسرے ایسی حدیث جس میں معمولی کام پر سخت عذاب یا ثواب کا ذکر ہو[۱۹]۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ ایسی حدیثوں کے بارے میں یہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے راوی معتبر ہیں یا نہیں ہیں۔[۲۰]

مولانا محمد حنیف ندویؒ نے سورتوں کے فضائل کے تناظر میں لکھا ہے کہ ''ان کے وضاعین میں ایک نوح بن مریم تھا جس نے اعتراف کیا کہ اس سے قرآن کے فضائل کے بارے میں حدیثیں گھڑی ہیں' اور ایک ایک سورت سے متعلق بتایا ہے کہ اس کی تلاوت میں کس درجہ ثواب حاصل ہوتا ہے[۲۱] مولانا ندویؒ کی یہ جرح ہر دو اعتبار سے کام کی چیز ہے۔ فضائل کے باب میں بھی اور معمولی کام پر بہت زیادہ ثواب کے ضمن میں بھی۔ آپ اس روایت کے متن میں ملاحظہ کریں سورۃ کہف کی صرف پہلی اور آخری آیات کے بدلے میں قاری کے قدموں سے سر تک اور پھر زمین سے آسمان تک نور ہی نور پھیل جاتا ہے۔ اس طرح کے فضائل مجموعی طور پر قرآن سے بے اعتنائی کا رجحان پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب پورے قرآن کے برابر ہے' روایت کی اسناد سے قطع نظر کہ یہ روایت قرآن وحدیث کے مقاصد سے ہم آہنگ نظر آتی ہے' نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس سورۃ کا استعمال صرف ایصال ثواب کے لئے مختص کرلیا ہے' سورۃ اخلاص کے ''فلسفہ توحید'' کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی۔

اس روایت کے آخر میں علامہ ابن کثیر نے "انفرد به أحمد ولم يخرجوه [۲۲] کے الفاظ رقم فرمائے ہیں جو اس راویت کی سند کے غریب ہونے کی طرف ایک اشارہ ہے'[۲۳] روایت و درایت کی اس مختصر پس منظر میں اس حدیث کا درجہ متعین کرنا قطعاً مشکل نہیں رہ جاتا۔

(۲) وقد روى الحافظ ابن عساكر في ترجمة همام بن الوليد الامشقى حدثنا صدقة بن عمر انفساني حدثنا عباد المنقرى سمعت الحسن البصرى يقول كان اسم كعبش ابراهيم عليه الصلوة و السلام جرير و اسم هد هد سليمان عليه السلام عنفر و اسم كلب أصحاب الكهف قطمير و اسم عجل بنى اسرائيل الذى عبدوه 'بهموت" وهبط آدم عليه السلام بالهند و حوا بجدة و ابليس بدشت يسبان و الحية باصفيان (۲۴)

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ روایت بالا میں حضرت ابراہیم کے مینڈھا ''جریر'' حضرت سلیمان کے ''ھد ھد'' عنفر' اصحاب الکہف کے کتے ''قطمیر'' بنی اسرائیل کے بچھڑے ''بہموت'' کا ذکر ان کے ناموں کے ساتھ ہوا ہے' نیز حضرت آدم علیہ السلام کا بہشت سے ہند اور حضرت حوّا کا جدہ ابلیس کا دست بیان اور سانپ کا اصفہان میں اترنا اس پر مستزاد ہے' یہ ہے روایت کا متن جس میں درایتاً کئی طرح کے سوال مستور ہیں لیکن اس کے پہلے رواۃ پر ایک نظر ڈالنا مناسب ہوگا' حافظ ابن عساکر ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ الشافعی تھے' آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ ان کی تاریخ اسی جلدوں میں ہے' ۵۷۱ھ میں وفات پائی۔ ان کے جنازہ میں سلطان صلاح الدین نے شرکت کی۔ (۲۵)
دوسرے راوی 'صدقۃ بن عمر العسنانی'' ہیں ابن حجر نے تقریب میں ان کو مجہول'' لکھا ہے۔ (۲۶) علامہ ذہبی نے بھی انکو "مجھولان" میں شمار کیا ہے' نیز لکھا ہے کہ ہشام بن عمار کے سوا کوئی ان سے روایت نہیں کرتا۔ (۲۷) ان کے بعد "عباد بن میسر المنقری البصری" ہیں عابد و صالح ہیں لیکن حدیث میں معتبر نہیں مانے جاتے۔ (۲۸) احمد بن حنبل نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ جبکہ ان سے روایت میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے "ليس به بأس" اور ابو داؤد نے ان کے لئے ''لیس بقوی'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں' (۲۹) الاثرم کہتے ہیں کہ یہ ضعفہ احمد سے ہیں' ابن معین کا بیان ہے کہ عباد بن میسرہ' عباد بن ارشد' عباد بن کثیر اور عباد منصور کی تمام حدیثیں غیر ثقہ ہوتی ہیں "كلهم حديثهم ليس بالقوى" ابن حجر نے بھی ابو داؤد کے حوالہ سے لکھا ہے ''عباد بن میسرہ' حدیث میں قوی نہیں ہیں البتہ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ''الثقات'' میں کیا ہے۔ (۳۰)

عباد منقری لے نے الحسن بن ابی الحسن البصری سے روایت کی ہے کہ جو جندب بن عبداللہ' انس عبدالرحمان بن سمرہ' معقل بن یسار' اور ابی بکر و سمرہ سے روایت کرتے ہیں' جبکہ ان سے ایوب و حمید و یونس و قتادہ اور دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں' امام صفی الدین احمد الخزرجی نے انکے بارے میں لکھا ہے:

"قال سعيد" كان عالماً' جامعاً' رفيقاً ثقه ماموناً' عابداً ناسكاً' كثير العلم' فيصيحاً جميلاً و سماً ما ارسله' فليس بحجة (۳۱)

راویوں پر بحث کے بعد آیئے روایت کو درایت کے آئینہ میں دیکھیں ''قرائن روایت'' بتاتے ہیں کہ روایت ''اسرائیلیات'' سے ہے ابن کثیر میں اسرائیلیات کی ایک تعداد بہر حال موجود ہے' تاہم یہ درست ہے کہ ابن کثیر ان جرح بھی کرتے ہیں اور ان کی صحت اور ضرورت کے قائل بھی نہیں ہیں۔ یہ روایت ''سورۃ الکھف'' کی آیت کے ایک جز کی شرح کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ و کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید (۳۲)

ان کا کتا بھی چوکھٹ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے' یہاں ابن کثیر دراصل اصحاب کہف کے کتے کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں اور اس تفسیر میں آپ نے اسکے دو نام بیان کئے ہیں' قطمیر (۳۳) اور ''عمران'' (۳۴) نیز اسکے رنگ کے بارے میں اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے' لیکن ساتھ ہی آپ نے اس نوع کی چند اور چیزیں بھی ذکر کر دی ہیں' مثلاً حضرت ابراہیم کا ''مینڈھا''' ''جریر'' حضرت سلیمان کا ہدہد عنقر'' بنی اسرائیل کے معبود بچھڑا کا نام ''بہموت'' وغیرہ' نیز حضرت آدم و ابلیس کے واقعہ میں سانپ کا ذکر نہایت غیر ضروری چیز نظر آتی ہے' اسکا ذکر بائبل وغیرہ نے قصہ آدم میں کیا ہے (۳۵) کیا بعید ہے' یہ انہیں رواۃ کتب سابقہ سے یہاں بھی نقل ہو گیا ہو جیسا کہ ابن کثیر ہی نے بعض جگہ اس کی صراحت فرمائی ہے' دراصل اس بحث طوالانی کا مقصد خاص طور پر ابن کثیر کے یہاں یہ نظر آتا ہے' کہ شاید وہ ان تمام غیر ضروری امور کو ایک جگہ بیان کر کے انکے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں' جیسا کہ اسی روایت کے متصل آپ نے فرمایا ہے۔

لاحاصل لها و لا طائل تحتها و لا دليل عليها و لا حاجة إليها بل هي مما ينهى عنه فان مستندها رجم بالغيب (۳۶)

اسرائیلیات کے حوالہ سے آپ نے ایسی تنقیدات جابجا فرمائی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اسرائیلیات کے بارے میں محتاط طرز عمل خاموشی ہے' (۳۷) شاہ ولی اللہؒ نے اس بارے میں بڑی عمدہ بات کہی ہے' فرماتے ہیں ''جب بھی کوئی واقعہ نقل کرنا ہو تو صرف اتنا ہی واقعہ نقل کیا جائے جس کا قرآن کے اشارات سے تعلق ہو' تاکہ جو کچھ لکھا جائے اس کی قرآن سے تصدیق بھی ہو سکے (۳۸)

اب آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ ایسی روایات کی نہ تو قرآن سے تصدیق ہوتی ہے نہ صحیح احادیث ان کی تائید کرتی ہیں نہ ان کا تعلق شریعت سے ہے اور نہ عمل زندگی سے' اگر ان کے راوی ثقہ بھی ہوں تب بھی ان روایات سے اعتناً کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ احادیث یا روایات' روایت و درایت کے پیمانوں پر پوری نہیں اترتیں۔

(۳) وقال محمد بن اسحاق بن يسار عن عبدالله بن أبي نجيح عن مجاهد قال لقد حدثت انه كان على يوهضم من حداثة سنه و ضع الورق 'قال

ابن عباس فکانوا کذلک لیلھم و نھارھم فی عبادۃ اللہ یبکون و یستغثون باللہ و کانوا ثمانیہ نفر: مکسلمینا و کان اکبرھم و ھو الذی کلم الملک عنھم و یملیخا و مرطونس و کسطونس و بیرونس و دنیموس و یطنبونس و قالوش ھکذا وقع فی ھذہ الرویہ و یحتمل ان ھذا من کلام ابن اسحق و من بینہ و بینہ فان الصحیح عن ابن عباس انھم کانوا اسبعۃ و ھو ظاھر الایۃ (۳۹)

اس روایت میں محمد بن اسحاق عبداللہ بن ابی نجیح اور مجاہد ہیں اول الذکر محمد بن اسحاق بن یسار ابوبکر المطلبی مولدھم المدنی ہیں۔ ''تقریب'' نے ان کو امام المغازی' ثقہ' اور صدوق لکھا ہے' تاہم ان کی تدلیس اور تشیع کا ذکر بھی کیا ہے۔ (۴۰) ''میزان'' میں یحییٰ القطان کا یہ قول محل نظر ہے'' یحییٰ کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ ''محمد بن اسحاق'' کذاب ہے'' (۴۱) دارالقطنی کہتے ہیں کہ یہ سیرت میں منکر' منقطع اور جھوٹے اشعار بیان کرتا ہے' ابن معین ان کو قابلِ حجت نہیں کہتے جبکہ سلیمان التیمی نے ان کو کذاب کہا ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث میں قوی نہیں ہیں" لیس بالقوی " یحییٰ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق پر تعجب ہے کہ اہل کتاب سے حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اسی طرح ابن ابی فدیک کہتا ہے کہ ''میں نے دیکھا کہ ابن اسحاق اہل کتاب میں سے ایک شخص سے حدیثیں لکھتا ہے' امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ بہت بڑے پیمانے پر ''تدلس'' کا مرتکب ہوا ہے۔ (۴۲)

علامہ ذہبیؒ نے میزان یحییٰ بن کثیر وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے

سمعنا شعبۃ یقول ابن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث : ھو صدوق (۴۳)

ابن حجر نے ''تہذیب میں بڑی مفصل بحث کی ہے خلاصہ ملاحظہ کے لئے حاضر ہے

''عباس الدوری اور ابن معین سے روایت ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہے لیکن قابل حجۃ نہیں ہے'' ثقہ ولیس بحجۃ' ابن نفیس ہی سے دوسرا قول یہ ہے کہ "لیس بائیس و قال مرہ لیس بذالک ضعیف و قال مرہ لیس بالقوی (۴۴) ابن معین کے علاوہ نسائی نے بھی یہی کیا ہے (۴۵) ابن حبان نے ان کو الثقات میں رکھا ہے' ابن سعد اور العجلی نے بھی ثقہ قرار دیا ہے' ابن المدینی کا قول مبنی براعتدال نظر آتا ہے'' کہتے ہیں ابن اسحاق اہل کتاب سے روایات میں ضعیف ہے ان کے علاوہ وہ ثقہ ہے (۴۶) یہ یہود سے روایت میں مشہور تھے اور غزوات نبوی اور قصہ خیبر کے بارے میں بھی اس نے ایسا ہی کہا ہے' لیکن تعجب ہے کہ اس سب کے باوجود آئمہ جرح وتعدیل نے ان کو صدوق اور ''ھو حسن الحدیث'' کہا ہے' ابوزرعہ' حاکم اور محمد بن یحییٰ نے ایسا ہی لکھا ہے۔ (۴۷)

ابن اسحاق نے عبداللہ بن نجیح المکی الثقفی سے روایت کی ہے کہ ابن حجر نے تقریب میں عبداللہ بن نجیح کو ثقہ کہا ہے۔ (۴۸) علامہ ذہبی نے ان کے بارے میں یہ رائے دی ہے۔

عبد الله يسار هذا هو عبد الله بن ابى نجيح المكى الثقفى "ثقه قال ابن جوزى قال يحيى: كان من رئوس الدعاة الى القدر" (۴۹)

ابن حجر عسقلانی نے ابن معین، ابوزرعہ، النسائی، ابن سعد، محمد بن عمر اور ابن حبان کے حوالہ سے ثقہ کہا ہے، البتہ نسائی نے یہ بھی کہا ہے "كان يدلس" (۵۰) اس روایت کے اگلے راوی مجاہد ہیں:

یہ مجاہد بن جبر ہیں، حدیث میں ثقہ ہیں تفسیر اور علم میں امام کا درجہ رکھتے ہیں "امام في التفسير و في العلم" (۵۱) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ اہل کتاب سے اخذ کرتے ہیں" اخذها من اهل الكتاب" نسائی کہتے ہیں کہ ابن حبان التیٰ نے آپ کو ضعفا میں لکھا ہے، ابن خراش وغیرہ کا کہنا ہے، کہ وہ احادیث جوانہوں نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہیں ''مراسیل'' ہیں (۵۲)

ابن حجر عسقلانی نے بھی تہذیب میں ان کی ''مراسیل'' کا ذکر کیا ہے، ابو حاتم کے حوالے سے روایت ہے کہ یہ حضرت عائشہ سے مرسل روایت کرتے ہیں، علی بن المدائنی کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ مجاہد نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور حضرت عائشہؓ سے حدیث سنی، ابن حجر نے ابوبکر عباسؓ اور الاعمش کے حوالہ سے بھی لکھا ہے کہ مجاہد تفسیر میں اہل کتاب سے استفادہ کرتے ہیں۔ (۵۳) مولانا محمد حسین ذہبی نے اس ضمن میں کہا ہے کہ میں نہیں سمجھا کہ مجاہد نے اس ضمن میں جائز حدود سے تجاوز کیا ہوگا خصوصاً جب وہ حبرِ امت ابن عباسؓ کا تلمیذ رشید ہے، جو اہل کتاب کے بارے میں تشدد سے کام لیتے تھے۔ (۵۴)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان تینوں راویوں پر اہل کتاب سے روایت کرنا مذکور ہے۔ اگر متن روایت پر ایک نظر ڈالی جائے تو وہاں بھی اس کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ روایت زیر نظر کا تعلق بھی اسرائیلیات ہی سے نظر آتا ہے۔ یہ روایت سورہ الکہف کی آیت ۲۲ کی شرح میں نقل ہوئی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ تین تھے؟ پانچ تھے یا سات تھے؟ نیز آٹھواں ان کا کتا تھا۔ قرآن سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سات تھے۔ اس کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی صحیح تعداد کے بارے میں اللہ ہی جانتا ہے، یہاں پہنچ کر اصول اور بحث کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ نیز اس پر یہ تاکید بھی موجود ہے کہ اس کے بارے میں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں انکی تعداد اور حالات پر لوگوں سے بحث نہ کریں، قرآن حکیم میں اس آیت کے بعد ان حضرات کے حالات، کیفیات اور تعداد وغیرہ سے بحث کرنا کیا قرآن کے مذکور بالا فرمان کے خلاف نہیں ہے، قرآن کہتا ہے کہ ان کی صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے، اور اہل تفسیر ان کے ناموں تک کی تفصیل بیان کرتے ہیں، ابن کثیر نے اگرچہ یہاں ان کے آٹھ نام لکھے ہیں۔ (۵۵) لیکن اس روایت پر ان کی جرح بھی قابل ملاحظہ ہے، آپ نے اس کو اسرائیلیات ہی میں شمار کیا جاتا ہے (۵۶) ایسی ہی روایات ہیں جن کے بارے میں آئمہ جرح و تعدیل نے لکھا ہے، کہ ان کے بارے میں یہ

جاننے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے راوی معتبر ہیں یا نہیں۔

۴۔۵

و قال محمد بن اسحاق عن الحسن بن دینار عن قتادہ عن جعفر بن ایاس عن ابن عباسؓ فی قول تبارک و تعالی (و فدیناہ بذبح عظیم) قال خرج علیہ کبش من الجنة قد رعی قبل ذلک اربعین خریفا ....(۵۷)

ابن کثیر کی یہ روایت سورۃ الصآفات کی آیات کی تصریحات سے ہے' ان آیات میں حضرت ابراہیم اور اسماعیلؑ کی قربانی کا واقعہ بیان ہو رہا ہے'' اور حضرت ابراہیم نے اپنے حضرت اسماعیل کو ماتھے کے بل گرا دیا تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا' ہم نیکی کرنیوالوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں اور یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی دے کر اس بچے (حضرت اسماعیلؑ) کو چھڑا لیا'' و فدیناہ بذبح عظیم (۵۸)

ابن کثیر کی یہ زیر نظر روایت آیت کے اسی حصہ کی تفصیل و شرح میں نقل فرمائی ہے' نیز روایت نمبر ۶ جو ہماری اس بحث کا آخری حصہ ہے بھی اسی آیت کی کچھ مزید شرح کرتی ہے۔ لیکن ہر دو روایات پر بحث آئندہ آتی ہے یہاں بالترتیب ان روایات کے راویوں کے بارے میں کتب رجال کی آراء معلوم کر لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا روایت میں پہلے راوی محمد بن اسحاق ہیں جن کے حالات سابقہ بحث میں بیان ہو چکے یہ الحسن بن دینار سے روایت کرتے ہیں' ان کا پورا نام ''الحسن بن دینار ابوسعید التیمی'' ہے ان کے بارے میں سفیان ثوری' ابوداؤد' الحسن بن واصل وغیرہ کا بیان ہے کہ ان کے پاس اہل کتاب کے سرمایہ کے علاوہ اور کچھ نہ تھا'(۵۹) ابن حجر عسقلانی کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' ''و ما ھو عندی من اھل الکتاب'' (۶۰) امام بخاری کا قول ہے کہ ان کو یحییٰ' عبدالرحمٰن' ابن مبارک اور وکیع نے ترک کر دیا ہے۔ اور حضرت عباس کا بیان ہے کہ انہوں نے سنا کہ یحییٰ کہتے تھے'' حسن بن دینار کوئی شے نہیں''

''قال عباس! سمعت یحیی یقول الحسن بن دینار لیس بشئی (۶۱)

امام النسائی' ابو حاتم نے اس کو متروک قرار دیا ہے' نیز ابن حبان نے بھی وکیع اور ابن مبارک کے حوالہ سے ایسا ہی کہا ہے (۶۲) علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابو خیثمہ کے حوالہ سے ان کو ضعیف اور کذاب لکھا ہے۔ نیز ابو مجاہد کی یہ روایت بھی بیان کی ہے''ابو مجاھد قال سمعت عمر فقال شعبه ھی ھی (۶۳)

مطلب یہ ہوا ہے کہ حسن بن دینار اہل کتاب سے روایت کرتا ہے' آئمہ کے ہاں یہ ''متروک'' ہے' ضعیف اور کذاب' ہے۔ یہ اس روایت کے ایک اہم راوی ''قتادہ'' سے روایت کرتے ہیں' ان کے بارے میں صاحب مشکوۃ نے لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانے کے قوی الحافظ تھے' عربی اشعار کے عظیم عالم' ایام العرب اور علم الانساب کے زبردست ماہر اور عربی

زبان و ادب میں بصیرت تامہ رکھتے تھے (۶۳۔۱) مفسر قرآن ہونے کے اعتبار سے بھی مشہور تھے (۶۴) علامہ ذہبی نے ''میزان'' میں ان کو ثقہ اور ثبت لکھا ہے۔ روایت میں ان کے معتبر ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اصحاب صحاح ستہ ان کو قبول کرتے ہیں' میزان کی عبارت ملاحظہ ہو:

"حافظ' ثقه' ثبت' لکنه مدلس و رمی بالقدر' قال یحیی بن معین مع هذا فاحتج به ا اصحاب الصحاح (۶۵) اس روایت کے آخری راوی "جعفر بن ایاس ابو بشر الواسطی " ہیں علامہ ذہبی نے ''میزان میں ان کو ثقہ کہا ہے' یہ کبائر علماء سے ہیں ابوحاتم نے ثقہ کہا ہے۔ (۶۶) ''تقریب'' میں لکھا ہے۔ "ثقه من اثبت الناس فی سعید بن جیرد ضعفه شعبه فی حبیب بن سالم (۶۷) ابن حجر نے ہی تہذیب میں ابن معین' ابوزرعہ' ابوحاتم' العجلی اور امام نسائی وغیرہ کے حوالے سے ان کو ثقہ کیا ہے' نیز ابن عدی کے یہ قول بھی نقل کیا ہے "ارجونه انه لاباس به (۶۸) اس قول کو' میزان'' نے بھی نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ نکلا کہ جعفر بن ایاس ائمہ جرح کے ہاں ثقہ قرار پائے ہیں۔

۵۔ وقدینه بذبح عظیم کی شرح میں ابن کثیر نے ایک اور روایت بیان کی ہے۔ اس روایت میں جہاں اس بات کا اعادہ کیا ہے' کہ یہ مینڈھا جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا وہاں اس پر یہ اضافہ بھی قابل توجہ ہے کہ اس کا رنگ سفید' اس کی آنکھیں اور سینگ بڑے بڑے تھے' جو ایک عرصہ تک بیت اللہ میں لٹکے رہے۔ یہ چیختا ہوا اوپر سے اترا' بعد ازاں شبیر میں ببول کے درخت کے ساتھ بندھا ہوا ملا اور منی میں شبیر کے پاس جو چٹان ہے اس پر یہ جانور ذبح کیا گیا' نیز یہ وہی دنبہ ہے جیسے ہابیل نے اللہ کی راہ میں قربانی کیا تھا' اس کی اون قدرے سرخ مائل تھی اور اس کا نام ''جریر'' بقول علامہ ابن کثیر بعض نے اسے پہاڑی بکرا اور بعض نے نر ہرن بھی کہا ہے' بہر حال' اس ضمن میں علامہ صاحب نے متعدد روایات کو نقل فرمایا ہے' یہاں روایات کی ترتیب قطع نظر صرف مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ (۶۹) موخر الذکر ان دونوں روایتوں میں حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی قربانی کے حوالہ سے ''بذبح عظیم'' کی شرح کی گئی ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا "بذبح عظیم" سے مراد ''مینڈھا'' ہی ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے ''ذبح عظیم'' کی تعین میں کلام تھے' مولانا نے بڑا احتیاط انداز اختیار کیا ہے' لیکن یہیں پر آپ نے ایک ایسی بات بھی لکھ دی ہے جس سے ان روایات کی تصدیق کا پہلو نکل آتا ہے کہ مینڈھا ہی تھا اور جنت سے آیا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں' جب حجر اسود وغیرہ کا جنت سے آنا ثابت ہے تو ایک حیوان کا آنا کیا بعید ہے (۷۰) شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے ذبح عظیم کا ترجمہ بڑا جانور کیا ہے لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی نے صراحتاً تیار اور فربہ مینڈھا کا ذکر کیا ہے (۷۱) مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اپنے مرشد تھانوی کا تتبع کیا ہے (۷۲) مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے کہ یہ مینڈھا تھا جو حضرت جبرائیلؑ لے کر آئے تھے (۷۳) یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کی کسی

آیت یا صحیح حدیث میں ایسا وارد ہوا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ بنی نوع انسان کو ان موشگافیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی روایات بائبل عہد قدیم کا سرمایہ ہیں چنانچہ بائبل میں ہمیں یہ روایت ملتی ہے:

''تب ابراہیم نے اپنی آنکھیں اٹھائیں تو دیکھا کہ اس کے پیچھے ایک مینڈھا ہے، جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہوئے ہیں، اور ابراہیم اس مینڈھے کے پاس گیا اور اس کو پکڑا اور اپنے بیٹے کے بدلے سوختنی قربانی کے لئے چڑھایا۔ (۷۴)

تفسیر ابن کثیر اس قسم کی اسرائیلیات سے خالی نہیں ہے لیکن اس تفسیر کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس کا مولف اپنی جمع کردہ روایات پر بے لاگ تبصرہ کرتا ہے، اس زاویے سے علماء حدیث نے اس کتاب کو عظیم علمی کتاب کہا ہے، امام جلال الدین سیوطیؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ''اس طرز پر اب تک اس سے اچھی تفسیر نہیں لکھی گئی۔''

بہر حال یہاں ابن کثیر کی خصوصیات اور منہج سے بحث نہیں (۷۵) بلکہ اس کی تفسیری روایات کے حوالہ سے محدثین کی کاوش پیش نظر تھی، محققین اور محدثین کی روایات کی اسانید و متون کی جانچ پڑتال کے لئے روایت و درایت کے اصولوں کو تشکیل دینا اور پھر ان کے ماہرانہ استعمال سے اخذ و استفادہ ہی ہمارا اصل مطلوب تھا، یہی وہ اصول ہیں جن پر جدید تحقیق نے اپنی بنیاد رکھی ہے نیز کوئی نقاد و محقق اپنا کام میں ان اصولوں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

حواشی

۱۔ ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، سن ندارد، حصہ دوم، ص ۳۷۲

۲۔ مقدمہ تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب المصریہ (عیسیٰ البابی الحلبی)، الجزء الاول، سن ندارد، ص ۳

۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

۵۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الاول، ص ۲۲

۶۔ ملاحظہ ہو تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۱۶، ۱۸

۷۔ محمد تقی عثمانی، علوم القرآن، مکتبہ دار العلوم، کراچی، طبع ۱۹۹۸ء ص ۵۰۱

۸۔ ملاحظہ ہو تفسیر القرآن العظیم، الجزء الاول

۹۔ علوم القرآن، ص ۵۰۲

۱۰۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۷۰

۱۱۔ اکمال فی اسماء الرجال، ص ۱۰۳

۱۲۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثانی، ص ۶۵

۱۳۔ تہذیب التہذیب، ص ۱۰۵

۱۴۔ تہذیب التہذیب، الجزء الثالث، ص ۲۶۲

۱۵۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثانی، ص ۲۴۱

۱۶۔ تقریب التہذیب، ص ۵۹

۱۷۔ تہذیب التہذیب، الجزء الثالث، ص ۲۲۷

۱۸۔ سیرت النبی، جلد اول، ص ۴۵

۱۹۔ سیرت النبی، جلد اول، ص ۴۴

۲۰۔ سیرت النبی، جلد اول، ص ۴۳

۲۱۔ مطالعہ حدیث، ص ۷۵

۲۲۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۷۰

۲۳۔ تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد ۳، ص ۲۷۳

۲۴۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۷۶

۲۵۔ تاریخ الحدیث، ص ۲۲۵

۲۶۔ تقریب التہذیب، ص ۱۵۲

۲۷۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثانی، ص ۳۱۲

۲۸۔ تقریب التہذیب، ص ۱۶۳

۲۹۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثانی، ص ۳۷۸

۳۰۔ تہذیب التہذیب، الجزء الخامس، ص ۹۳

۳۱۔ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی، خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل، سن ندارد، الجزء الاول، ص ۲۱۰

۳۲۔ سورہ الکہف، آیت ۱۸

۳۳۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث

۳۴۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۷۸

۳۵۔ ''عہد عتیق وجدید''، مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال، روما، 1958ء ''کتاب تکوین، باب ۳'' ص ۴

۳۶۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۸۶

۳۷۔ مفصل بحث کیلئے ملاحظہ ہو، تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۱۸۶

۳۸۔ شاہ ولی اللہ ''الفوز الکبیر'' قرآن محل مولوی مسافر خانہ کراچی، تاریخ اشاعت رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ، ص ۱۴۶

۳۹۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۷۸

۴۰۔ تقریب التہذیب، ص ۲۹۰

۴۱۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثالث، ص ۴۷۱

(۴۲۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثالث، ص ۴۷۰

۴۳۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثالث، ص ۴۶۹

(۴۴۔ تہذیب التہذیب، الجزء التاسع، ص ۳۸، ۳۹

۴۵۔ تہذیب التہذیب، الجزء التاسع، ص ۳۹

۴۶۔ تہذیب التہذیب، الجزء التاسع

۴۷۔ تہذیب التہذیب، الجزء التاسع، ص ۴۰

۴۸۔ تقریب التہذیب، ص ۱۹۱

۴۹۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثانی، ص ۵۲۸

۵۰۔ تہذیب التہذیب، الجزء السادس، ص ۴۹، ۵۰

۵۱۔ تقریب التہذیب، ص ۳۲۸

۵۲۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثالث، ص ۴۳۹، ۴۴۰

۵۳۔ تہذیب التہذیب، الجزء العاشر، ص ۳۹

۵۴۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۱۰۶

۵۵۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۷۸

۵۶۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الثالث، ص ۷۸

۵۷۔ تفسیر القرآن العظم، الجزء الرابع، ص ۱۵

۵۸۔ سورۃ الصّٰفّٰت، آیت ۱۰۷

۵۹۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الاول، ص ۴۸۷

۶۰۔ تہذیب التہذیب، الجزء الثانی، ۲۴۰

۶۱۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الج الاول ص ۴۸۹

۶۲۔ تہذیب التہذیب، الجزء الثانی، ص ۲۴۰

۶۳۔ تہذیب التہذیب، الجزء الثانی، ص ۲۴۱

۱۔۶۳۔ اکمال فی اسماء الرجال، ص ۹۹

۶۴۔ تاریخ تفسیر، ومفسرین، ص ۱۲۰

۶۵۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الثالث، ۳۸۵

۶۶۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، الجزء الاول، ۴۰۲

۶۷۔ تہذیب التہذیب، ص ۵۵

۶۸۔ تہذیب التہذیب، الجزء الثانی، ص ۷۱۔۷۲

۶۹۔ تفسیر القرآن العظیم، الجزء الرابع، ص ۱۶

۷۰۔ مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، مکتبہ الحسن، لاہور، سن ندارد، جلد سوم، ص ۱۳۲

۷۱۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، تشکیل جدید ولی رازی صاحب، دار الاشاعت کراچی، طبع اول ۱۹۹۳، جلد دوم، ص ۴۲۵

۷۲۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی (اردو)، تاج کمپنی، کراچی، سن ندارد، ص ۹۰۱

۷۳۔ مولانا محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، اکتوبر 1998، جلد ۷، ص ۴۶۱

۷۴۔ عہد عتیق وجدید، سوسائٹی آف سینٹ پال، روما، 1958ء کتاب تکوین، باب ۲۲، آیت ۱۳

۷۵۔ تفسیر ابن کثیر کے منہج اور خصوصیات کے لئے ملاحظہ ہو ''محدث'' ستمبر ۲۰۰۱ء

(قسط نمبر 10) ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ملتان

ازدواجی تعلقات

اور شوہر بیوی کے لئے ضروری تنبیہات وہدایات

(تنبیہ الزوجین)

نماز، روزہ، حج سے متعلق تنبیہات اور ماؤں کو اپنی بیٹیوں کے لئے لمحہ فکریہ

مجرد مرد روزہ رکھے۔

جو شخص بیوی رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے اگر کر سکتا ہے تو شادی کرلے، نکاح مرد کی نگاہ نیچی رکھتا ہے، شرم گاہ کو بدفعلی سے روکتا ہے، اس لئے روزہ رکھے۔ روزہ مرد کو خصی کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۳، ص ۸۳)

اللہ تعالیٰ سے بہتر انسان کی سرشت اور کمزوریوں کو کون جانتا ہے۔ مرد اور عورت ایک دوسرے سے دور بعض حالتوں میں نہیں رہ سکتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کے سامنے ایسا معاملہ پیش کیا گیا، اس وقت سورۃ البقرہ ۱۸۷ نازل ہوئی۔

روزہ نہیں ٹوٹتا:

حضرت عائشہؓ سے متعدد راویوں نے حدیث بیان کی ہے کہ اپنی بیوی کا بوسہ لینے میں حرج نہیں اس کے ساتھ روایات بہت منقول ہیں۔ (طوالت کی وجہ سے اختصار کیا ہے۔)

ہانڈی کا نمک چکھ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مسواک (آج کل ٹوتھ پیسٹ) کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تھوک نگلا نہ جائے۔

اگر بھول کر پانی کا گھونٹ حلق سے اتر جائے (جان بوجھ کر نہیں) روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مگر اس مسئلہ پر علماء کا اختلاف ہے اور جمہور علماء متفق ہیں کہ بھولے سے کوئی چیز کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (یہ روزہ دار اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ بھول کر کھایا پیا ہے یا جان کر) قے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ قے باہر نکلتی ہے اندر نہیں جاتی۔ حضرت ابن عمرؓ پچھنی لگواتے تھے۔ (کتاب الصوم بخاری ص ۱۰۴) حضورؐ نے فرمایا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ہمارا خیال ہے کہ ٹیکہ لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

حیض والی عورت:

یہ عورت نماز پڑھے اور روزہ نہ رکھے، گو نماز روزہ سے کئی درجہ اہم ہے۔ نماز مسافر اور مریض کو معاف نہیں ہے۔ مگر عورت جسے حیض آئے۔ نماز معاف ہے اور روزہ کی قضا رکھے۔ نماز کی قضا کی ضرورت نہیں۔

اعتکاف:

اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں مسلمان مرد اور عورت اعتکاف میں بیٹھ سکتے ہیں۔ مرد مسجد میں اور عورت اپنے گھر کے کسی کونے میں جن کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

مرد:

☆ بلا ضرورت خاص جو نہ حل ہو سکے مسجد سے باہر نہ نکلے۔

☆ روزہ ٹوٹنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ اعتکاف میں کھانا، پینا، بیت الخلاء سونا کوئی ممانعت نہیں۔

☆ حجامت کرا سکتا ہے۔

☆ فضول باتوں سے اجتناب کریں۔

☆ کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، تیل سر میں لگانا درست ہے۔

☆ کپڑے دھونے کی اجازت ہے۔

مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت:

☆ کوئی مرض ایسا لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے اسپتال یا ڈاکٹر سے رجوع کرنا پڑے۔

☆ گھر میں آگ لگ جائے۔

☆ ماں، باپ بیوی بچہ کی کسی حادثہ کی خبر ملے۔

☆ کسی جنازہ میں شرکت کرنی ہو۔

عورتوں کے لئے اعتکاف:

☆ عورت بغیر ماں باپ، شادی شدہ شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف میں نہیں بیٹھ سکتی۔

☆ حیض و نفاس آنے سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔

☆ عورت اعتکاف سے پہلے حساب لگا کر اعتکاف میں بیٹھے۔ اتفاقاً بھی حیض آ سکتا ہے، اعتکاف ختم

☆ عورت اعتکاف کے دوران کھانے پکانے، گھر کے کاموں کیلئے ہدایت دے سکتی ہے۔ کپڑے دھو سکتی ہے۔

☆ عورت کا اعتکاف گھر میں ایک کمرہ، دالان میں کوئی مقام ہو سکتا ہے، مسجد نہیں۔

☆ اس مقام سے بغیر کسی شرعی ضرورت' غسل خانہ وغیرہ جانے کے نہ نکلیں۔

☆ ٹی وی پر کسی قسم کا پروگرام نہ دیکھیں نہ گانے سنیں۔

حج بیت اللہ:

صاحب استطاعت لوگوں پر حج فرض ہے۔ اس کے معنی 'بس' کے ہوتے ہیں' یعنی اگر تمہارے بس میں ہے تو حج کرو' جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں وسائل پر قابو ہے' وسائل سے مطلب و مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ نے بتایا کہ اگر تم اخراجات برداشت کرسکو۔ سواری کا بندوبست کرسکو۔ صحت اس قابل ہو۔ راستہ محفوظ ہو' تمہیں آنے جانے میں جانی خطرہ نہ ہو۔ یہ سب باتیں اس 'بس' کے مفہوم میں داخل ہیں' تو حج ضرور کرو۔ راستہ اور سواری کی باتیں اس وقت کی ہیں جب حاجی پیدل یا اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ فی زمانہ تو حاجی جو حج کا قصد کرے اس کو صرف صحت اور اخراجات کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔ ان کے علاوہ مناسک حج خود بخود حاجی وہاں جانے سے پہلے معلوم کرلیتا ہے جس کے بیان کرنے کی خاص ضرورت نہیں۔

قرآن پاک میں سورۃ العمران آیت ۹۷ ملاحظہ کریئے حج کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

''لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ وہ اس کا حج ضرور کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے گا۔ تو یاد رکھو اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔''

حیض و نفاس والی عورت:

حج اور عمرے کے لئے مرد اور عورت کو پاک صاف ہو کر احرام میقات سے باندھ لینا ضروری ہے۔ ہوائی جہاز کے مسافر کراچی یا اسلام آباد سیدھے اگر جدہ اتریں تو جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لیں۔ اگر آپ مکہ مکرمہ میں دوبارہ عمرہ کا ارادہ کریں تو تنعیم جا کر احرام باندھ لیں (تنعیم' مسجد عائشہؓ کا کرایہ سکہ سے ایک ریال ہے) اس کے ساتھ عمرہ یا حج کی نیت کرکے دوگانہ پڑھ لیں۔ احرام کی حالت میں لڑنا جھگڑنا' گندی و فحش گفتگو نہ کریں۔ عورتوں کے لئے حیض کی حالت میں عمرہ کی ممانعت ہے' ہم ایک واقعہ آپ کی تنبیہ کے لئے لکھ رہے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ حجۃ الوداع میں حضورﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوتی ہیں' جب آپؓ مکہ پہنچ گئیں تو آپ حیض سے تھیں۔ آپؓ رونے لگیں' حضورﷺ نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو بولیں' اب میں کیا کروں' کمروں میں تو نماز نہیں پڑھ سکتی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ غم نہ کرو' آنسو پونچھ ڈالو' تم حج کرتی رہو' اللہ سے امید ہے وہ تمہیں عمرہ نصیب کرے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں عمرہ کرنے سے قبل عرفات چلی گئی۔ عرفات سے منیٰ واپس آئی تو پاک ہو چکی تھی۔ غسل کرکے مکہ مکرمہ آئی اور طواف زیارت کیا۔ حضورؐ نے ان کے (حضرت عائشہؓ) بھائی عبدالرحمان بن ابوبکرؓ سے فرمایا' بہن کو تنعیم لے جاؤ اور عمرہ کا احرام بندھوالاؤ۔ حضرت عائشہ نے تنعیم جا کر احرام باندھا۔

(جس کی یاد میں مسجد عائشہؓ کہلائی) اب ہم سب مسجد عائشہ تنعیم میں جا کر احرام باندھتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عمرہ کیا اور حضورؐ کے ہمراہ مدینہ منورہ واپسی ہوئی۔ (صحیح بخاری۔ جلد ۲' ص ۴۶۱)

ماؤں کو اپنی بیٹیوں کیلئے لمحہ فکریہ

اسلامی نظریات کی ترویج: مغربی معاشرہ کے پیدا شدہ فتنوں نے اسلامی معاشرے میں جس قدر اباحیت اور کج روی کو مسلط کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کا علاج سمجھ سے باہر ہے' نظریہ آتا ہے کہ اب کچھ ممکن نہیں' معاشرے نے اسلامی نظریات کی ترویج کو قطعاً روک دیا' مگر اب بھی ملت اسلامیہ میں صاحبان دردِ دل موجود ہیں جن کی مساعی جمیلہ ضرور کامیاب ہو سکتی ہیں۔

اللہ اور اس کے محبوب نبی ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں مستقل طور پر تلقین اور رہنمائی سے ایک ایسی نسل تیار ہو سکتی ہے جو ایمان اور اطاعت رسول ﷺ کی فضا میں پروان چڑھے' پاکیزگی اور عفت کے جوہر سے آراستہ ہو' کسی نے اس بارے میں کیسی اچھی بات کہی تھی' ماں کی گود ہی ایسا گہوارہ اور مدرسہ ہے جہاں کی تربیت و صحیح راہنمائی میں اصلاح کر دی جائے تو اس میں پرورش پانے والا بچہ ایمان و حیا داری اور اسلامی تعلیمات سے استواری کا مستحکم ستون بن سکتا ہے' اس تربیت میں لڑکا اور لڑکی دونوں شریک ہوتے ہیں' مگر یقین محکم کے لئے لڑکی کی درست پرداخت زیادہ ضروری ہے کیونکہ کل اس نے بھی ماں بننا ہے' اور جب اس کی گود ہری ہو تو وہ بھی اپنا کردار ایسے ہی ادا کرے' اگر خواتین اور نوجوانی میں قدم رکھنے والی لڑکیوں میں دینی احکام و مسائل جاننے کا احساس موجود ہو تو اسلامی تعلیم و تاسیس' علم و حکمت سے بہرہ ور ہو کر صحیح معنوں میں ایک عمدہ اور مضبوط اخلاق و کردار کی نسل کو جنم دے سکتی ہیں۔

ستر و حجاب: مردوں کیلئے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اس کا سارا جسم ہوتا ہے' جسے اس عورت کے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد' حتیٰ کے باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہ کھلنا چاہیے' اور عورت کو ایسا چست لباس نہ پہننا چاہیے جس سے بدن اندر سے جھلکے یا بدن کی ساخت نمایاں ہو' حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی بہن اسماء بنت ابوبکر کو دیکھا تو باریک لباس میں تھیں' بس آپؐ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا' اسما جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ منہ اور ہاتھ کے علاوہ اسکا جسم نظر آئے' ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے ہدایات دیں کہ ستر کے معاملے میں اتنی رعایت ہے کہ اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے عورت اپنے جسم کا اتنا حصہ کھول سکتی ہے جسکی بندش کی وجہ سے گھر کے کام کاج کرنے میں دشواری پیش نہ آئے جیسے آٹا گوندھتے ہوئے آستین اوپر چڑھا لینا۔ یا گھر کا فرش دھوتے ہوئے پاجامے کے پائنچے کچھ اوپر کر لینا۔

عورت کیلئے عورت کے ستر کی حدود وہی ہیں جو مرد کیلئے مرد کے ستر کی ہیں' یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ' اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں کے سامنے عورت نیم برہنہ پھرے' بلکہ مطلب یہ ہے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کا ڈھانکنا فرض ہے اور دوسرے حصوں کا ڈھانکنا فرض نہیں' اگر کبھی کھل جائے تو حرام نہیں۔ مفسرین نے "الا ما ظھر منھا

سے یہی سمجھا کہ ایسی زینت جو اضطراراً ظاہر ہو جائے' چہرے یا ہاتھ کی نمائش کسی کو مقصود نہیں۔ایک مومن عورت جو خدا اور رسولؐ کے احکام کی سچے دل سے پابند رہنا چاہتی ہے وہ خود فیصلہ کر سکتی ہے' کہ چہرہ اور ہاتھ کب کھولے اور کب نہ کھولے اور کس حد تک چھپالے۔

جو عورت اپنی حاجات کے لئے باہر جانے اور باہر کے کام کاج کرنے کے لئے مجبور ہے' اس کو کسی وقت ہاتھ بھی کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور چہرہ بھی۔ایسی عورت کے لئے بہ لحاظ ضرورت اجازت ہے' مگر جس عورت کا حال یہ نہیں اور وہ صرف اپنی میک اپ زدہ چہرہ اور لمبے لمبے ناخن والے نیل پالش زدہ ہاتھ دکھانے اور انہیں ہاتھ دکھا کر مردوں کو ملتفت کرنا چاہتی ہے تو ایسی لعنت کی ماری عورت کو قصداً چہرہ کھولنا آیات حجاب کے زمرے میں آتا ہے' اسلام کی پابندیاں بے مقصد نہیں۔آپ خوب سوچ سمجھ لیں اپنا جلوہ دکھانے کے لئے اگر کوئی چیز بے حجاب کی جائے تو یہ گناہ ہے' خود بخود بلا ارادہ کچھ ظاہر ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں' دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے:

یا ایھا النبی قل لا ذواجک و بنتک و نسآء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یئوذین۔ (الاحزاب ۵۹)

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں' اس سے یہ بات متوقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور ستایا نہ جائے گا۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو اجنبیوں سے چہرہ چھپانے کا حکم ہے' اسے گھر سے نکلتے وقت پردہ داری اور عفت مآبی کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے' تاکہ بدنیت لوگ اس کے حق میں طمع نہ کریں اور بری نظر سے نہ دیکھیں' امام رازی کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں اشراف کی عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں اور بدکار لوگ ان کا پیچھا کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈالیں' جس سے ان کا فرق ظاہر ہو جائے اور وہ لوگ ان کا پیچھا نہ کریں' دوسری بات یہ معلوم ہو جائے کہ یہ عورتیں بدکار نہیں۔

<u>عورت' احرام اور حجاب:</u> عورتوں کا احرام عام کپڑوں یعنی قمیص' شلوار اور سر پر ایک کپڑا جسے آج کل اسکارف کہتے ہیں مشتمل ہوتا ہے جس سے سر کے بال ڈھکے رہیں' اس کے ساتھ چادر یا دوپٹہ پہن سکتی ہیں مگر چہرہ کھلا رہے' احرام باندھنے والی عورت نہ تو نقاب ڈال سکتی ہے اور نہ دستانے پہن سکتی ہے' مسند احمد' بخاری' مسلم' مستدرک سب یہی حضور ﷺ سے روایت لکھتے ہیں: نقاب ڈالنا' خوشبو لگانا' رنگے ہوئے کپڑے پہننا منع ہیں' اس کا مقصد یہ ہی ہو سکتا ہے' (بہتر اللہ اور اس کے رسول ﷺ جانتے ہیں) مگر مفسرین اور فقہا یہ کہتے ہیں کہ احرام کی حالت میں فقیرانہ اور عاجزانہ وضع ہونی چاہیے لہٰذا نقاب عورت کا جزو نہ بنے۔مگر حالت احرام میں بھی ازواج مطہرات اور عام خواتین اسلام نقاب کے بغیر چہروں پر مردوں کے سامنے چہرہ پر کپڑا ڈال لیا کرتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، کہ ہم عورتیں احرام میں تھے کہ لوگ سواریوں پر قریب سے گزرتے تو ہم اپنے اوڑھنیوں کے پلو اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتے اور جب مرد گزر جاتے تو منہ کھول لیا کرتے۔ حضور ﷺ ساتھ ہوتے۔ موطا میں امام مالک فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت منذرؒ کا بیان ہے کہ ہم حالت احرام میں تھے کہ لوگ قریب سے گزرے ہم نے اپنے چہروں پر کپڑا ڈال لیا۔ ہمارے ساتھ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ تھیں انہوں نے اس بات سے ہم کو منع نہیں کیا۔ احرام کی حالت میں نقاب کا اطلاق مستقل نقاب پر ہے، ایسے وقت کپڑے کے ڈال کر چہرہ چھپانے سے نہیں جو پھر ہٹالیا جائے یہ نقاب نہیں ہے۔

مسلمان ماں: ایک مسلمان ماں کو لازم کہ اپنی بیٹی کو پردہ حجاب کی تعلیم اس وقت سے ہی دینی شروع کردے، جب بچی ابھی بلوغت کے زینہ پر قدم رکھ رہی ہو۔ اس تعلیم کا موثر طریق یہ ہے کہ ماں خود اپنی بیٹی کے سامنے ایک مثال بن کر سامنے رہے، تعلیم کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل خود کر کے دکھائے۔ تاکہ بچی پر اس کا اثر موثر ثابت ہو۔ اگر ماں دن اور رات کے کئی کئی گھنٹے ٹیلی ویژن کے پروگرام جواب حیا و شرم، ستر و حجاب کے رد میں پروگرام پیش کرنے پر تلے ہوئے ہیں، دیکھے گی تو بیٹی پر تمام اسلامی تعلیم بے اثر ثابت ہوگی۔ ستر پوشی اور حجاب امریکہ میں مکروہ اور گھناؤنی چیز سمجھتا ہے، امریکہ یورپ میں پردہ، حجاب جس کا نام کسی اسلامی تہذیب میں جہالت اور پسماندگی کے ذکر میں سب سے پہلے لیا جاتا ہے اور اس اسلامی تہذیب کا بڑے انشراح و انبساط کے ساتھ مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جس کو زمین بوس کرنے کے لئے مغربی مکتب فکر رکھنے والے میڈیا پوری طرح سرگرم ہیں۔ اس لمحہ فکریہ میں اسلامی ذہن رکھنے والے بھی سر جھکا رہے ہیں، شرمسار ہیں مگر شرمندگی سے کام نہ چلے گا، تاویلات سے پردہ نہ پڑے گا۔ ہوشیار اب جی ہو جائیں، خدا کے سامنے کیا جواب دو گے!

ایک مسلمان ماں بن کر سوچئے یا پھر اسلام سے برأت کا اعلان کر دیجئے، جو نقاب، گھونگھٹ ستر جیسی چیز کا حکم دیتا ہے، آپ ترقی پسند ہیں، آپ کو وہ مذہب کیسے پسند آئے گا، جو خواتین کو شمع انجمن بننے سے روکتا ہے، حیا، عصمت، پردہ داری اور عفت مآبی کی تعلیم دیتا ہے، اس کے برعکس آپ مغربی تہذیب کی دلدادہ ہیں باہر پارٹی میں شرکت عیب نہیں سمجھتیں، اس کے لئے دو گھنٹے اپنی تزین اور آرائش کے لئے بیوٹی پارلر جانا ضروری سمجھیں، جسم پر کلون چھڑکیں، رنگ اور وضع کی مناسبت سے جاذب نظر لباس زیب تن فرمائیں، مختلف غازہ اور پاؤڈر، کریم سے چہرے اور بازوؤں کے رنگ تبدیل کریں، ہونٹ اصلی قسم کی لپ اسٹک سے مزین کریں، کمانِ ابرو کو مزید خم دار بنائیں تاکہ آنکھیں تیراندازی کے لئے چست ہو جائیں۔ ان سب کرشموں سے مسلح ہو کر گھر سے نکلیں تو شان یہ ہو کہ ہر کرشمہ دامن دل کو کھینچ کھینچ کر" جا این جا است" کی صدا لگا رہا ہو۔ تب جا کر ذوق خود آرائی کی تسکین دکھائی دے تو یہ بات آج سمجھ لیں کہ آپ کی بیٹی آپ سے دو قدم آگے نکل جائے گی اور آپ اس کی اس وقت بے راہ روی، چال چلن، عصمت و عزت پر سوائے رونے دھونے، قسمت کو کوسنے کے کچھ نہ کر سکیں گی۔ سوچ لیں ابھی وقت، اپنی بیٹی کی خاطر خدارا سنبھل جایئے اس کے سامنے ایک مسلمان

عورت بن کر رہیں تا کہ وہ آپ سے سبق سیکھے۔ ماں کی گود ہی تعلیم و تہذیب کا بہترین مدرسہ ہوتی ہے۔

حیض کا خون: جب لڑکی بلوغت کی عمر میں قدم رکھتی ہے تو حیض کا خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس کے آنے کی کوئی حتمی عمر نہیں۔ بہرحال ۹ سال سے ۱۱ سال کی عمر میں ایسا ہو جاتا ہے۔ گرم ممالک میں جلد ہی ہو سکتا ہے۔ اگر لڑکی کو اس کے بارے میں کچھ معلومات نہ ہو تو اس کے لیے بہت پریشان کن بات ہو سکتی ہے، پہلی دوسری مرتبہ زیر ناف درد کی تکلیف ہوتی ہے، لڑکی کو شرم بھی آتی ہے کہ کس سے یہ تکلیف بتائے۔ ماں کی گود ایسی جگہ ہوتی کہ اس میں آ گرتی ہے، روتی ہے کہ پیٹ میں درد ہے ماں اگر سمجھ دار ہے تو سمجھ جاتی ہے، سنکائی کرتی ہے، پیار کرتی ہے درد کی گولی کھلا کر تسلی دے دیتی ہے۔

دراصل یہ ماں کی ڈیوٹی ہے جب دیکھے کہ بیٹی بلوغت کی عمر کے قریب ہے تو اسے اکیلے میں بٹھا کر سمجھائے کہ اگر کسی وقت وہ ایسی تکلیف محسوس کرے تو پریشان نہ ہو۔ یہ ہر عورت میں نارمل عمل ہے۔ اور دو چار روز کے بعد طبیعت ٹھیک ہو جاتی ہے، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جب ماں یہ محسوس کرے پہلی مرتبہ اس کی بیٹی یا کسی بچی کو جو اس کے گھر میں رہتی ہے حیض کی آمد آمد ہے، بچی کو اسکول نہ بھیجے، لٹائے رکھے، لڑکی خود بخود ایک دو گھنٹے میں معمول پر آ جائے گی۔ یہاں آپ کو حیض کے بارے میں کچھ بتاتے چلیں، تا کہ ماؤں کی معلومات میں اضافہ ہو۔

حیض کا کیا حکم ہے:

ویسالونک عن الحیض قل ھو اذی فاعتزلو النسآ فی المحیض و لا تقربو ھن حتیٰ یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔ (البقر۔۲۲۲)

ترجمہ: پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے؟ کہو کہ وہ ایک گندگی ہے اس میں عورتوں سے الگ رہو ان کے قریب مت جاؤ۔ جب تک وہ پاک صاف نہ ہو جائیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ۔ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے، اللہ ان کو پسند کرتا ہے، جو بدی سے باز رہیں، اور پاکیزگی اختیار کریں۔''

حیض ایک ایسا معاملہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔
امام مسلم، امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہودی بنی اسرائیل حیض والی عورت کو گھر سے باہر نکال دیتے تھے۔ یا الگ کمرے میں رکھتے تھے۔ کسی چیز کو عورت ہاتھ نہ لگا سکتی تھی، دوسرے افراد خانہ کے ساتھ چھ سات دن نہ بیٹھ سکتی تھی نہ کھا پی سکتی تھی۔ چنانچہ اہل عرب نے بھی بنی اسرائیل سے یہی کچھ سیکھا اور ان دنوں عورت کو بالکل ناپاک، نجس سمجھ کر الگ کر دیتے تھے۔ ساتھ رہنے سہنے سے پرہیز کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے جو قرآنی تعلیمات عطا فرمائیں اس نے عورت کے مقام کو چار چاند لگا دیئے کہ ان دنوں وہ سب کام کر سکتی ہے، حضرت عائشہؓ جب حج بیت اللہ کے لئے آپ ﷺ کے

ساتھ تشریف لے گئیں تو آپؓ کو حیض شروع ہو گئے اور یوم عرفہ تک جاری رہا۔ حضرت عائشہؓ آبدیدہ ہوگئیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔ عائشہؓ آپ بیت اللہ کا طواف نہ کریں' حیض ایک ناگزیر معاملہ ہے' اللہ سب جانتا ہے' اب تم غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو اور عرفہ میں ساتھ رہو۔

غسل: عورت اور مرد کے غسل کرنے میں خاص فرق نہیں ہے۔ البتہ عورت کے لئے اپنے سر پر بندھی مینڈھیوں چٹیوں کو کھولنا واجب ہے۔ بشرطیکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے لیکن فقہا عورت کے غسل جنابت اور غسل حیض میں فرق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک غسل جنابت میں عورت کو مینڈھیاں یا چوٹی کھولنا واجب نہیں۔ مگر حیض اور نفاس کے غسل میں گندھے ہوئے بالوں کو کھولنا واجب ہے۔

امام مسلم۔ احمد اور ترمذی نے حضرت سلمہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ دریافت کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا جنابت کے غسل میں اپنے بالوں کو کھول لیا کروں' حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا بس تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ اپنے سر پر پانی ڈال لیا کرو' جو تمہارے جسم پر پھیل جائے۔ بس اس کے بعد تم پاک ہو۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک دن حضور ﷺ نے مجھے حیض کے بعد غسل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اپنے تمام بالوں کو کھولو اور تب غسل کرو کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے۔

غسل کرتے وقت جسم کے ہر حصہ پر پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے' اگر بدن پر کوئی حصہ سوکھا رہ گیا جہاں پانی نہ پہنچ سکا مثلاً ناف کا شگاف' اور کوئی شگاف' یا کوئی پرانا مندمل شدہ زخم جس کا اب صرف نشان رہ گیا ہو تو غسل کی نیت مکمل نہ ہوگی۔ یہ بھی واجب ہے کہ جس پر سے کوئی خارجی چیز لگی' چپکی رہ گئی ہو مثلاً آٹا گوندھتے ہوئے کسی عورت کی کلائی پر آٹا چپک گیا' سوکھ گیا' اور کوئی کھانے کی چیز چپکی رہ گئی' آنکھ میں چیپڑ لگا رہ گیا' ناخن پر پالش لگی رہ گئی تو غسل نہیں ہوگا۔ اسی طرح کان میں پہنی ہوئی بالیاں' بندے اتار لیں تو بہتر ہے نہیں تو غسل کے وقت بالیاں اس طرح حرکت دیں کہ پانی کان کے سوراخ میں پہنچ جائے۔ اسی طرح کان کے سوراخوں میں پانی لگانا بھی ضروری ہے' ناخن لمبے رکھنا مکروہ ہے اگر ہیں تو وضو کرتے وقت انگلی اور ناخن کے درمیان جگہ میں پانی جانا ضروری ہے۔

غسل اور وضو کی نیت: نیت کو جمہور فقہا نے غسل کا ایک رکن شمار کیا ہے' کیونکہ نیت ہی سے عادت اور عبادت میں امتیاز نظر آتا ہے اور نیت محض دل کا عمل ہے' چنانچہ دل میں نیت کر لینا کافی ہے' لیکن اگر زبان سے بھی کہہ دیا جائے تو ''کہ میں غسل جنابت کی نیت کرتی ہوں'' یا حیض سے پاک ہونے کیلئے غسل کی نیت کرتی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

نیت کے سلسلے میں ضروری ہے کہ جسم پر پانی ڈالنے سے پہلے نیت کر لی جائے' مگر ہمارے نزدیک اگر بھول جائیں تو بے شک غسل کے دوران جس وقت یاد آجائے نیت کر لی جائے تو اعتراض نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا ضرور چاہیے مگر اگر بھول جائے تو دوران طعام جب بھی یاد آجائے پڑھ لینے میں

کوئی ہرج نہیں ۔ احناف کے فقہ میں نیت سنت ہے اور غسل کا رکن نہیں اس لئے اس سنت کو بغیر کسی زائد تکلیف کے ضائع نہ ہونے دیا جائے۔

غسل سے کے وضو کا طریقہ: غسل کرنے کیلئے آپ آپ پہلے وضو کریں اور وضو کے تمام فرائض اور ارکان ادا کریں' مثلاً نیت' منہ میں پانی ڈالنا' ناک میں پانی ڈالنا' چہرہ دھونا' ہاتھ کہنیوں تک دھونا' سر کا مسح کرنا' دونوں پیروں کو ٹخنہ تک دھونا' اور دھوتے وقت مذکورہ ترتیب کو ملحوظ رکھنا۔

حضرت میمونہؓ کی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے غسل کی کیفیت بیان کی گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: جب وضو کرو تو باقی اعضاء دھو کر پاؤں اس وقت تک نہ دھوؤ بلکہ تمام جسم دھو کر پاؤں بعد میں دھوؤ۔

پیروں کو پہلے دھونے یا غسل کے بعد دھونے کے جواز' عدم جواز میں اختلاف بحث کا نکتہ نہیں ہا' دونوں طرح سے دھو سکتے ہیں' پہلے یا بعد میں بھی' دونوں طریقوں سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔

عبادت اور لباس: زمانہ جاہلیت میں شرک عورتیں بیت اللہ کا طواف بالکل برہنہ (ننگی) حالت میں کیا کرتی تھیں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی: یابنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد (الاعراف ۳۱)

اس آیت میں خطاب عام ہا اور تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اپنی زینت ولباس کو بالخصوص عبادت کے وقت ضرور اختیار کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں جسم کے ان حصوں کو چھپانا واجب ہے جو ستر ہیں لہذا جسم کے قابل ستر حصوں کو چھپایا جائے جس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ گویا ستر عورت یعنی عورت کو اپنے جسم کے باعث شرم حصوں کو چھپانا فرض ہے' عورت کو اپنے ان حصوں کو عبادت کے دوران اپنے لباس سے ایسے لباس سے چھپالینا ضروری ہے جو کہ نہ صرف انسان کی نظر سے چھپے رہیں بلکہ فرشتوں اور جنوں کی نظروں کو بھی روک لیں' آپ سوچیں گی کہ فرشتہ اور جن کی آنکھوں سے چھپانا' کپڑے سے کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے اس واقع سے معلومات ملتی ہیں کہ آپؓ نے اپنے چچا نوفل سے حضورؐ کے بارے میں بتایا میرے شوہر ﷺ پر فرشتے آتے ہیں' انہوں نے کہا کہ ایک امتحان لے لو کہ فرشتہ آتا ہے یا نہیں۔ اور امتحان یہ ہے کہ اپنے شوہر سے کہنا جب آپؐ کے پاس فرشتہ آئے تو تمہیں بتا دیں' تم فوراً دوپٹہ اتار دینا اور پھر دریافت کرنا۔ ایسا ہی ہوا ایک رات حضرت جبریلؑ آئے اور نبی کریم ﷺ نے بی بی خدیجہؓ کو بتا دیا آپ نے سر سے اوڑھنی اتار دی' حضورؐ نے کہا کہ حضرت جبریلؑ غائب ہو گئے۔ اس بات سے انہیں معلوم ہو گیا کہ آنے والا یقیناً جبریلؑ تھے کیونکہ فرشتہ بے پردہ عورت کو نہیں دیکھتا۔ اب آپ کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ لباس امت مسلمہ کی خصوصیت ہے' ایک اور ضروری بات آپ کو بتاتا چلوں' کہ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں کپڑے کی بڑی قلت تھی' آپؐ نے دیکھا کہ کپڑوں

کی تنگی کی وجہ سے عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو اسی تہبند میں نماز پڑھتیں لپیٹ لیتی تھیں ایک شخص اعلان کرتا کہ اے عورتو! جب تک مرد اٹھ کر کھڑے نہ ہو جائیں تم سر نہ اٹھانا' تا کہ مردوں کی نظر ان کے ستر پر نہ پڑ جائے اور عورتوں کی نظر مردوں کے ستر پر نہ پڑ جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں کرتا"

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا' یارسول اللہ ﷺ کیا عورت زیر جامے پہنے بغیر کرتے اور اوڑھنی میں نماز ادا کر سکتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا" ہاں! مگر کرتا اتنا لمبا ہو کہ عورت کی ایڑیوں کو چھپالے۔"

اوڑھنی کے استعمال کا طریقہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

ترجمہ: اور سینوں کو اپنے اپنی اوڑھنیوں کے آنچل سے ڈھکے رہو"

چونکہ قمیص یا کرتے کے گریبان کے مقام پر چاک ہوتے ہیں' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اوڑھنی' دوپٹہ کو گردن اور سینے پر لپیٹنے کا حکم دیا تا کہ گریبان کا حصہ بھی نظر نہ آئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ کی نماز فرشتے ریکارڈ (نامہ اعمال) میں لکھتے ہیں اور اگر جسم کھلا ہے تو فرشتے آپ کے قریب نہیں آتے ہیں۔

ایسے باریک کپڑے جس کے اندر سے جسم جھلکے پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں اور ایسی نماز کا اعادہ (دوبارہ پڑھنا) واجب ہے اگر بہت چست لباس جس میں سے جسم کے قابل ستر حصوں کے حدود خطوط نمایاں ہو جائیں تو ایسے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے اگر وقت نماز میں نماز دوبارہ نہ پڑھی جائے تو گناہ ہے۔

روزہ اور عورت: ہمیں قرآن پاک میں روزہ رکھنے کا علم ہوا اور سب سے پہلے روزہ کا جہاں ذکر ہوا وہ ایک عورت کا ہے۔ "انی نذرت للرحمن صوما" (مریم۔۲۶)

ترجمہ: میں نے رحمٰن (اللہ) کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔

یہ تعلیم بھی آپ کو ایک فرشتے نے دی تھی' ملاحظہ کیجئے اس کے سیاق سے "فرشتے نے پاکتی سے اس کو پکار کر کیا غم نہ کر' تیرے رب نے تیرے لئے ایک چشمہ رواں کر دیا' اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا' تیرے اوپر تازہ کھجوریں گریں گی' پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ اگر کوئی آدمی تجھے نظر آجائے تو اس سے کہہ دے میں نے رحمان (اللہ) کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔" (مریم۔۲۶۔۲۴)

روزے کی قسمیں: فرض روزے' رمضان کے روزے۔ یہ ہر حالت میں رکھنے چاہئیں۔ عورتوں کو حیض و نفاس کے روزے قضا رکھنے ضروری ہیں۔

حرام روزے' عیدالفطر' عیدالاضحیٰ اور اسکے بعد دو دن۔ عورت کو خاوند کی بغیر مرضی کے نفلی روزہ رکھنا حرام ہے

مستحب روزے، ماہ محرم کے روزے رکھنا' ماہ ذی الحج کی نو تاریخ کا روزہ' شوال کے چھ روزے۔

مکروہ روزے، نئے سال کے پہلے دن کا روزہ ۔

عورت کو حرام روزے، حیض اور نفاس کے دوران روزہ نہ رکھنا جائے۔ حد یہ ہے کہ اگر روزے دار عورت کو حیض شروع ہو جائے تو اسے روزہ کھول دینا واجب ہے۔

کسی عورت کو ایک مقررہ تاریخ پر حیض شروع ہوا کرتا ہے اسے معلوم ہے کہ کل اسے حیض آئیں گے اور اس وجہ سے وہ کل روزہ نہیں رکھتی۔ تو اس پر کفارہ واجب ہو گا خواہ اس دن درحقیقت اسے حیض شروع ہو جائیں۔

<u>حیض کے دوران روزہ نہ رکھنے پر:</u> حیض کے دوران روزہ نہ رکھنے پر قضا فرض ہے' ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا۔ کیا سبب ہے وہ حائضہ عورت پر روزے کی قضا واجب ہے' اور نماز کی قضا واجب نہیں' آپؐ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں بس روزے کی قضا کا حکم دیا۔ اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا۔

غالباً اس میں حکمت الٰہی یہ ہو سکتی ہے کہ نمازیں ایک دن میں پانچ مرتبہ فرض ہیں اور روزہ سال میں ایک ماہ کے لئے' حیض اور نفاس کے روزوں کی قضا بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان کی قضا مشکل نہیں۔

<u>حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت:</u>

روزے کے معاملہ میں صریح ہدایت ہے کہ جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں' روزہ نہ رکھیں' قضا رکھ لیں' قضا نہ رکھ سکیں تو فدیہ ادا کریں۔: ملاحظہ فرمایئے۔

"او علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین (البقرہ۔۱۸۴)

ترجمہ: (جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں)

حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنا بچے کے بارے میں یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کو نقصان ہونے کا امکان ہے تو وہ روزہ نہ رکھے' ہر روز کے روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو روٹی کھلائے۔ روٹی کے بارے میں ہماری یہ رائے ہے کہ جو روٹی یعنی کھانا خود کھا رہے ہو وہی فدیہ میں دو۔ یہ نہیں کہ تم تو مرغ چانپ کھاؤ اور کوکا کولا پیؤ اور غریب مسکین کو دال دے کر ٹرخاؤ۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر پر سے روزہ اور نماز کا نصف حصہ ساقط کر دیا اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر سے روزے ساقط کر دیئے" چنانچہ اس سلسلہ میں علماء کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہا کہ حاملہ عورت کو اگر یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کی ذات کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' یہی عورت دودھ پلانے والی عورت کو یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچے گا تو روزہ رکھنا جائز نہیں۔

<u>روزے میں سرمہ' دوائی ڈالنا:</u> اس سلسلہ میں بہت ساری حدیثیں موجود ہیں کچھ تو کہتے ہیں سرمہ لگانے

سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' کوئی کہتا ہے کہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ مگر علماء جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے وہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ بات سرور کائنات ﷺ سے ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا تھا۔

آنکھ میں پانی یا دوائی ڈالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح ایک صاحب خانہ خاتون جسے رمضان میں اپنے مرد اور بچوں کے لئے کھانا پکانا پڑتا ہے تو اسے عموماً کھانے کی تیاری میں ہانڈی کا نمک چکھنے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ علماء جمہور نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ جہاں تک صرف نمک چکھنے کا تعلق ہے درست ہے مگر ذائقہ سے لطف اندوز ہونا اس شرط میں شامل نہیں' بہتر یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔ اگر ضروری ہے تو صرف نمک چکھ کر تھوک دیں اور پانی سے کلی کر لی جائے۔ چہ جائیکہ چکھنے کے دیر بعد تک اس کے ذائقے سے مزا لیتے رہیں۔

<u>بیوٹی پارلرز:</u> ہماری بہو' بیٹیاں' مغرب کی کافر و فاجر عورتوں کی اندھی تقلید میں عجیب و غریب بے راہ روی اور نامناسب راستوں پر چلنے لگی ہیں' جو ہر اسلامی اصول اور ضابطے سے آزاد ہو جانے کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس کے پیش نظر عورت کی حفاظت و احترام کے وہ ضابطے نہیں ہیں جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے نہایت اہم ہیں' عورت آج سے چودہ سو سال پہلے بھی اپنے آپ کو بنا سنوار کر رکھتی تھی' جو میک اپ کرنا ہوتا' وہ خود کرتی تھی' (میک اپ سے میری مراد سامان آرائش جو اس زمانے میں ملتا تھا) مگر اب تو اس مہلک مدوجزر نے جو میڈیا سے دکھائی دیتا ہے' ہزاروں لاکھوں مسلمان لڑکیوں کو آتش زیر پا کر کے رکھ دیا ہے۔ خود تو جو کچھ آرائش کر لیں درست ہے مگر ان بیوٹی پارلر میں نہ صرف روپے کا زیان ہوتا ہے بلکہ غیر اسلامی کلچر کی نشوونما خوب ہوتی ہے۔

ہماری بہنوں۔ بیٹیوں کو چاہیے کہ خدارا ایسا نہ کریں' شادی بیاہ' میں شرکت ہو' یا گھر میں کسی مہمان کی آمد' اچھے کپڑے پہنیں جو اللہ نے آپ کو دیئے' اپنے چہرہ کو کنگھی چوٹی سے آراستہ کریں' اسلام یہ نہیں کہتا کہ آپ بغیر چہرہ دھوئے سر جھاڑ منہ پہاڑ کرے پھرتی رہیں' بن سنور کر رہیں مگر اس کام کے لئے دکانوں پر مت جائیں۔ تو جوان بیٹیوں کی ماؤں کو چاہیے کہ خود ان کے لئے نمونہ بن کر دکھائیں۔ آپ امہات المومنین نبی اکرم ﷺ کی بیبیوں اور سلف صالحین کے مہاجرو انصار کی خواتین کی زندگی کے معمولات پر کما حقہ چلنے کی کوشش کریں۔

<u>مصنوعی بال:</u> اسکول اور کالج کی لڑکیوں میں بھی دیکھا دیکھی مصنوعی بال سر میں لگانے کی وبا عام ہوتی جا رہی ہے' بازار میں یہ باسانی مل جاتے ہیں' یہ سب فساد ٹیلیویژن میڈیا سے پھیل رہا ہے۔ اسلام پسند ماؤں کو درکار ہے کہ وہ ان ناپاک بالوں کی رسم پیوند کاری سے اپنی بچیوں کو روکیں۔ کیونکہ اسلام میں یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہی نہیں بلکہ حرام فعل ہے۔

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! میری لڑکی کی شادی ہونے والی ہے' بچپن میں اسے چیچک نکلی تھی' جس کی وجہ سے سر کے بال گر گئے۔ کیا میں اس کے بالوں میں مصنوعی بال جوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا 'بالوں میں جوڑ لگانے اور لگوانے پر لعنت ہے'' (متفق علیہ)

حمید بن عبدالرحمنؒ بیان کرتے ہیں کہ جس سال میں نے حج کیا' معاویہؓ کے ہاتھوں میں بالوں کا ایک گچھا تھا' آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر سب کو دکھایا' اور فرمایا' اے اہل مدینہ! میں نے نبی اکرم ﷺ کو کہتے خود سنا ہے ایسے بال سر میں لگانے والوں پر لعنت ہے جو عورتیں لگاتی یا لگواتی ہیں ان پر لعنت ہے' حضور ﷺ نے مزید فرمایا کہ بنی اسرائیل کے باشندے ہلاک ہوئے جب ان کی عورتیں اپنے بناؤ سنگھار کے سلسلے میں بال لگانے والوں کے پاس جاتی تھیں اور ان سے مصنوعی بال لگواتی تھیں۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سرور کائنات ﷺ سے روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ان عورتوں پر جو حسن و دلکشی کے لئے اپنے چہروں کو گدواتی ہیں۔ چہرے پر سے بال نوچواتی ہیں' اپنے دانتوں کو چمکدار اور نوکیلے بنواتی ہیں۔ اور سر پر مصنوعی بال لگواتی ہیں۔ (اس زمانے میں بیوٹی پارلر تو نہ ہوتے تھے مگر محلہ یا شہر میں کچھ لوگ اس کام کے لئے ضرور مشہور ہوتے ہوں گے جن کے پاس عورتیں اپنے آپ کو دلکش بنوانے کے لئے جاتی ہوں گی)

یہ تو رہا معاملہ مصنوعی بالوں کا جو بالوں کو لمبا کرنے کے لئے عورتوں کے بالوں کے ساتھ جوڑ دیئے جاتے ہیں اب ان سے بھی آگے ایک قدم (Hair Grafting) شروع ہو گیا ہے۔ پندرہ بیس ہزار روپیہ میں لاہور کراچی میں گنجے لوگ اپنے سر پر بال لگواتے ہیں۔ یہ حرکت بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا آئی اور کہا کہ اسے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو سنگھار میں مصنوعی بال لگاتی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے قرآن میں پڑھا۔

عورت بولی میں نے تمام قرآن پڑھا مجھے کہیں یہ بات لکھی نظر نہیں آئی۔

آپ نے فرمایا اگر تو قرآن پڑھتی تو میرے پاس نہ آتی۔ قرآن کیا کہتا ہے' تجھے معلوم نہیں۔ سن

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا (الحشر۔۷)

ترجمہ: جو رسول تمہیں دے لے لو' اور جس بات سے منع کر دے اس سے رک جاؤ''

عورت نے کہا کہ ہاں یہ آیت تو قرآن میں ہے۔ آپ نے فرمایا تو اور کیا چاہتی ہے' کیا رسولؐ نے تجھے نہیں روکا کہ یہ کام مت کر۔ عورت رونے لگی اور کہنے لگی ہاں ایسا ہی ہے میں غلطی پر تھی اور روتے روتے واپس چلی گئی۔

احناف کی رائے یہ ہے کہ عورت اپنے بالوں میں سُوت' ریشم' اون' کپڑے کی دھجیاں باندھ لے جیسے ہم پھُوٹی یا چُٹیا کہتے ہیں۔ اس میں نہ تو بالوں کا استعمال ہے نہ انسانی و حیوانی اجزاء کا استعمال ہے۔

چہرے کا میک اپ: عورت کے لئے ایسی تمام زیب و زینت جس سے اس کی اصلی شکل و صورت جس پر اللہ تعالیٰ نے اسکو پیدا کیا ہے' بالکل تبدیل ہو جائے بدل جائے' اور دیکھنے والا دھوکہ کھائے کہ یہی اس عورت کی قدرتی

شکل صورت ہے' مثلاً چہرے کے بال نچوانا۔ آنکھوں کی بھونوں اور پلکوں کو نچوانا اور محراب دار بنانا حرام ہے' خاوند کے علاوہ کسی محفل' دعوت' جلوس' جلسہ میں زینت دکھانا حرام ہے۔ چہرہ کو رنگنا' بالوں کو سیاہ کرنا' شوہر کی بغیر اجازت حرام ہے۔

ان تصریحات میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ' بالوں کے جوڑ کے علاوہ جسم کے حصے کو رنگنا (بغیر شوہر کی اجازت) حرام ہے' اسی مقام پر ضروری ہے کہ ناخنوں کو رنگ یا مہندی سے رنگ لینا درست ہے' کیونکہ اس کی تہ ناخن پر نہیں جمتی' مگر چونکہ نیل پالش (Nail Polish)' جس کی تہ ناخن پر جم جاتی ہے حرام ہے۔ نہ اس کے استعمال کے بعد وضو ہو سکتا ہے' نہ نماز' نہ تلاوت قرآن۔ یہ بات تو ہو سکتی ہے کہ نیل پالش اتار کر وضو کریں' نماز پڑھیں' مگر جب نیل پالش لگالی' وضو ختم ہو گیا اور کھیل ختم۔

سوچئے! نیل پالش کا رواج کافروں کی ترویج ہے' جن کو پاکی کی ضرورت ہے اور نہ وضو کرنے کی۔ اس کے علاوہ ٹشو پیپرز کی ایجاد نے ہمارے مہذب ترین طبقے میں بھی ٹشو پیپرز کا استعمال عام ہے' آپ کسی مہذب' اعلیٰ معیار کے گھر میں جائیں تو غسل خانوں میں ٹشو پیپرز لٹکتے خود نظر آئیں گے۔

ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى (الاحزاب ۳۳)

ترجمہ: اسلام سے پہلے جاہلیت میں جس بناؤ سنگھار کی نمائش ہوتی تھی اب نہ کرو۔

جو آرائش ہر بری نیت سے پاک ہو۔ غیر محرموں کو دکھائی نہ جائے وہ اسلام کی آرائش ہے اس کی تمہیں مکمل اجازت ہے اور جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

کلون' لیونڈر میں بسی ہوئی' سرخی پاؤڈر سے لپی ہوئی' شوخی و شرارت سے بھری ہوئی بیوی کے مقابلہ میں وہ ملگجی بیوی لاکھ درجہ بہتر ہے جو گھر کے کام کاج میں لگی شوہر کے انتظار' بچوں کی تربیت میں اپنے آپ کو مصروف رکھے' اور شوہر کی خدمت گزاری میں اف نہ کرے' جس کے چہرے سے تھکان کے آثار ہویدا ہو رہے ہوں' باورچی خانہ کے دھوئیں میں چہرے کا ملگجا پن نمایاں ہو' یہ عورت جنتی ہے' حضور ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور ملگجے گالوں والی عورت جو شوہر کی اطاعت میں مصروف رہتی ہے قیامت کے دن' راوی کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو برابر کرتے ہوئے فرمایا ہم دونوں اس طرح ہوں گے۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب' باب ۱۲۱)

ایک اور حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' میں تمہیں بتاؤں آدمی کا بہترین خزانہ کیا ہے' نیک بیوی' جب اسے دیکھے تو خوش کر دے' جب کسی بات کا حکم دے تو اطاعت کرے' اور جب کہیں مرد باہر جائے تو اس کے گھر اور بچوں اور اس کے ناموس کی حفاظت کرے۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الزکاۃ باب ۲۳)

مفتی ذاکر حسن نعمانی
جامعہ عثمانیہ پشاور

کرنسی نوٹ کی تین فقہی وضاحتیں

نوٹ یعنی موجودہ کرنسی کی فقہی حیثیت کے بارے میں ہندوستان کے اکثر علماء کی ماضی قریب میں یہ رائے تھی کہ نوٹ وثیقہ یعنی قرض کی سند اور رسید ہے، لیکن اب قوی اور اتفاقی رائے جو سامنے آئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہر مالیت کا نوٹ خود مال اور ثمن عرفی ہے بلکہ اب ان نوٹوں کی رسیدیں جاری ہوتی ہیں، مثلاً چیک، ڈرافٹ، پرائز بانڈ (جن کو اعتباری زر کہتے ہیں) اور دیگر مالی رسیدیں، اس لئے اس رائے پر مزید تحقیق کی فی الحال ضرورت نہیں۔ البتہ ایک تیسری رائے بھی ہے کہ ایک روپیہ کا نوٹ خود مال ہے، اور پانچ، دس، پچاس، سو، پانچ سو اور ایک ہزار والے نوٹ ایک روپیہ والے مال کی رسیدیں ہیں۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمدؒ فرماتے ہیں، ایک روپیہ کا نوٹ خود مال ہے اس سے زکوٰۃ کی صحت میں کوئی اشکال نہیں، البتہ ایک روپیہ سے بڑا نوٹ مال کی رسید ہے۔ (احسن الفتاوی ج ص ۲۶۷)

اس تیسری رائے کے غلط ہونے پر قدرے تفصیل پیش خدمت ہے، یہ رائے بظاہر درست ہے، اس لئے کہ ایک روپیہ کے نوٹوں یا سکوں کے علاوہ بڑے نوٹوں پر یہ عبارت درج ہوتی ہے: ''بینک پانچ روپیہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا'''' بینک سو روپیہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا'' جبکہ ایک روپیہ کے نوٹوں یا سکوں پر یہ عبارت نہیں لکھی ہوتی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام بڑے نوٹ اس ایک روپیہ والے تمام سکوں کی رسیدیں ہیں۔

اس رائے کو اگر صحیح مان لیا جائے تو پھر ایک روپیہ اور اوپر کے بڑے نوٹوں کی مقدار برابر ہونی چاہیے، اگر ملک میں ایک روپیہ والے سکّوں کی تعداد ایک کروڑ ہے تو تمام بڑے چھپے ہوئے نوٹ بھی ایک کروڑ روپیہ ہونا چاہیے، کیونکہ بڑے نوٹ رسیدیں ہیں اور رسیدوں میں سچ سچ لکھا جاتا ہے، لیکن عملاً ایسا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر سکّے کروڑوں کی تعداد میں ہیں تو بڑے بڑے نوٹ اربوں کی تعداد میں ہیں۔

تیسری رائے کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر ملک لوگوں کی سہولت کی خاطر مختلف مالیت کے مختلف چھوٹے بڑا نوٹ چھاپتا ہے، ان تمام مختلف مالیت والے نوٹوں کے لئے ایک بنیادی اکائی مقرر کرتے ہیں۔ جس کو معاشیات کی اصطلاح میں حسابی زر، حسابی نوٹ، اور حسابی اکائی کہتے ہیں، اس حسابی اور بنیادی اکائی کے ذریعہ رقم کی گنتی ہوتی ہے، چیزوں کی قیمت بتائی جاتی ہے، اسی طرح اشیاء وخدمات کا حساب کیا جاتا ہے، یہی بنیادی اور حسابی اکائی ایک روپیہ سے بڑے تمام نوٹوں میں موجود ہوتی ہے، مثلاً پانچ روپیہ کے نوٹ میں پانچ حسابی زر یا بنیادی اکائیاں

موجود ہوتی ہے' اور سو روپیہ کے نوٹ میں ایک سو بنیادی اور حسابی اکائیاں موجود ہوتی ہیں' اگر یہ بنیادی اکائی اور حسابی نوٹ نہ ہوتو تمام بڑے نوٹوں کی گنتی مشکل ہو جائے گی' تمام اشیاء کی خرید و فروخت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گی' دکاندار مبیع کی قیمت کیا اور کیسے بتائے گا' گاہک ثمن کی ادائیگی کیسے کریگا. لیکن اس بنیادی اکائی کے وجود کی وجہ سے دکاندار کہتا ہے کہ مبیع کی قیمت دس روپیہ ہے' گاہک اگر راضی ہوتو دس روپیہ ادا کر دیتا ہے' یہ اس بنیادی اکائی کے وجود کی برکت ہے' کسی چیز کا مہنگا یا سستا ہونا اسی بنیادی اکائی کی وجہ سے ہے' تنخواہیں کم یا زیادہ اسی حسابی زر کی وجہ سے مقرر کی جاتی ہیں' مال کی کمی اور زیادتی اسی حسابی زر سے معلوم کی جاتی ہے۔

بنیادی اکائی کی مزید وضاحت کیلئے عرض ہے کہ ایک وقت تھا کہ ایک روپیہ کے لئے بنیادی اکائی ایک پائی یا ایک پیسہ ہوتا تھا' ایک روپیہ میں سو پائیاں یا چونسٹھ پیسے ہوتے تھے' اس طرح ایک روپیہ میں سولہ آنے ہوتے تھے' ایک آنہ ایک روپیہ کیلئے بنیادی اکائی تھی۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایک آنہ مال ہے اور ایک روپیہ سولہ آنوں کی رسید ہے' لیکن آہستہ آہستہ قوت خرید کم ہوتی گئی تو اب بنیادی اکائی ایک روپیہ بن گیا۔

اس تفصیل کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک روپیہ کے نوٹ پر جو عبارت درج ہے'' حکومت پاکستان ایک روپیہ'' اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف ایک روپیہ مال ہے' اور بقیہ نوٹ اس کی رسیدیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک روپیہ اور ثمن عرفی ہونے کے ساتھ ساتھ حسابی زر اور بنیادی اکائی بھی ہے' اور بقیہ نوٹ حسابی زر نہیں بلکہ صرف مال اور ثمن عرفی ہیں۔ ہر ملک کی کرنسی کی الگ الگ بنیادی اکائی ہے' مثلاً روپیہ' درہم' دینار' ریال' ڈالر اور ین وغیرہ۔

کرنسی کے علاوہ بعض دیگر امور میں بھی بنیادی اکائی کا تصور ضروری اور موجود ہے مثلاً وزن کیلئے گرام کا وجود' ایک گرام کے وجود کی وجہ سے لوگ کلوگرام کے حساب سے چیزیں خریدتے ہیں' ایک کلوگرام میں ہزار گرام ہوتے ہیں۔

اسی طرح کسی چیز کو ناپنے کے لئے انچ کا تصور ہے' اس کے بعد فٹ' گز' فرلانگ اور میل ہے اگر انچ کا تصور نہ ہوتا تو فٹ' گز اور میل وغیرہ کی پہچان مشکل ہو جاتی۔

کرنسی کے بارے میں دوسری وضاحت:

نوٹ مثلی ہیں' قیمتی نہیں' ہر ملک کی کرنسی کی بنیادی اکائیاں ایک دوسرے کے برابر ہوتی ہیں' دیون کی ادائیگی نوٹوں کے ذریعہ ہوتی ہے' قرضوں میں دیئے جاتے ہیں' اور قرض کا قانون بھی یہ ہے کہ ذوات الامثال قرضوں میں دیئے جاتے ہیں۔ ذات القیم مثلاً گوشت' مرغی وغیرہ کسی کو قرض نہیں دی جاتی' کیونکہ دوبارہ اس کی ادائیگی کے لئے گوشت اور مرغی کا مثل موجود نہیں۔ لہذا قیمتی اشیاء کو نقد یا ادھار خریدا جاتا ہے' سونا' چاندی' یا ان سے ڈھلے ہوئے سکوں کے تبادلے کے وقت کمی بیشی تو از روئے نص حرام ہے' لیکن دیگر چیزوں میں علت قدر اور جنس کا پایا جانا ضروری ہے کیونکہ قدر اور جنس کے وقت مماثلت پیدا ہو جائے گی' جس کی وجہ سے تبادلہ میں تفاضل ناجائز ہوگا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: و المماثلة بين الشيئين باعتبار الصورة و المعنى و المعياري يسوي الذات و الجنسية تسوي المعنى فيظهر الفضل على ذالك فيتحقق الربا۔ دو چیزوں کے درمیان مماثلت صورت اور معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اور معیار ذات میں برابری کرتا ہے اور ہم جنس ہونا معنیٰ میں برابری کرتا ہے، پس زیادتی اسی پر ظاہر ہوگی اور ربا متحقق ہوگا۔ (باب الربا)

دو چیزوں کے درمیان مماثلت صورت اور معنیٰ کے ساتھ قائم ہوتی ہے، قدر تساوی فی المعیار کا نام ہے، یعنی صورتاً مماثلت اور جنس تشاکل فی المعانی کا نام ہے، یعنی معانی کے اعتبار سے ہم شکل ہونا۔ اس طرح قدر اور جنس کے ملنے سے جو چیز حاصل ہوتی ہے ان میں تماثل ہوگا۔ اس تشریح کے بعد ہر ملک کی کرنسی کے تبادلہ میں تفاضل کی حرمت کے لئے قدر اور جنس تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ قدر اور جنس کی تلاش تماثل پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے، اور کرنسی کی بنیادی اکائیوں میں اعلیٰ پیمانے پر تماثل اور مساوات موجود ہے۔

الاشباه و النظائر للسيوطي میں ہے۔ "ما لا يختلف اجزا النوع الواحد منه بالقيمة" جن میں ایک ہی نوع کے مختلف اجزاء میں قیمت کے اعتبار سے تفاوت نہ ہو۔ (ج ۲ ص ۲۱۹)

مثل کی یہ تعریف ہر ملک کی کرنسی، نوٹوں پر صادق آتی ہے، ہر ملک کی کرنسی ایک نوع ہے، اور ہر بنیادی اکائی مثلاً روپیہ، درہم، دینار وغیرہ اس کے اجزاء ہیں۔

تمام اجزاء یعنی ہر بنیادی اکائی دوسری اکائی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے برابر ہیں، ہر اکائی کی ایک قوت خرید ہے، مثلاً ایک روپیہ کی ایک ٹافی ملتی ہے، تو روپیہ کے عوض ایک ٹافی کا حصول اس کی قوت خرید یعنی قیمت ہے، پانچ روپیہ کے نوٹ میں پانچ بنیادی اکائیاں موجود ہیں، اس نوٹ کی قوت خرید پانچ ٹافیاں ہوں گی، دکاندار کے پاس جو بھی ایک روپیہ لے کر جائے گا اس کو ایک ٹافی ملے گی۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص کی بنیادی اکائی یعنی روپیہ کی قوت خرید دو ٹافیاں ہیں اور دوسرے کی ایک۔ ان بنیادی اکائیوں کے تماثل کی وجہ سے تبادلوں کے وقت تفاضل ناجائز ہوگا۔

علامہ کاسانی مثلی کے بارے میں فرماتے ہیں "و منها ان يكون مماله مثل كا المكيلات و الموزونات و العدديات المتقاربة" (ج ۷، ص ۳۹۵)

یعنی عددیات متقاربہ کو بھی مثلی کہا گیا ہے، اور موجودہ کرنسی کا حکم فلوس نافقہ کی طرح ہے، جس طرح فلوس نافقہ عددی ہیں، اسی طرح نوٹ بھی عددی ہیں، دونوں کے افراد یعنی بنیادی اکائیوں میں تماثل ہے۔ جس طرح فلوس نافقہ ہیں تبادلہ کے وقت تفاضل ناجائز ہے اسی طرح ایک ملک کی کرنسی میں تبادلہ کے وقت تفاضل ناجائز ہوگا۔

مبسوط میں ہے "و اما المصنوع لايختلف كا الدراهم و الدنانير و الفلوس و كل ذالك مثلي" فلوس کو مثلی کہا ہے اور سود مثلی اشیاء میں بنتا ہے۔ اس لئے کہ مثلی کے ہر فرد کی طرف ہر شخص کی رغبت

حاجت اور ضرورت برابر ہوتی ہے۔ لہذا تبادلہ کے وقت کمی بیشی کے لئے کوئی بھی تیار نہیں ہوتا۔

کرنسی کے بارے میں تیسری وضاحت:

کرنسی جب ذوات الامثال سے ہوئی تو دیون اور قرضوں کی واپسی کے وقت اس کی قوت خرید میں کمی عیب ہے' اس کی تلافی کی کیا صورت ہے' دیگر ذوات الامثال مثلاً گندم اور مکئی وغیرہ میں اپنی ذاتی قدر و قیمت ہوتی ہے' جب بھی واپس کی جائے کوئی فرق نہیں پڑتا' لیکن کرنسی کی ذاتی قدر بالکل نہیں' اس کی قدر قوت خرید ہے۔

ہندوستان کے بعض علماء کرام نے طویل المیعاد قرضہ جات اور دیون کی واپسی کے وقت قوت خرید کی کمی کو پورا کرنے کے لئے سونے کو معیار بنایا ہے' مثلاً کسی نے ایک لاکھ روپیہ آج قرض لیا' جس کے عوض دس تولہ سونا ملتا ہے' دو سال بعد جب قرضہ واپس کرنا چاہا تو ایک لاکھ کے عوض نو تولہ سونا ملتا تھا۔ تو قرض دار ایک تولہ سونا کی مزید رقم دے گا۔ اس طرح ایک لاکھ روپیہ کی قدر میں جو کمی آئی تھی وہ پوری ہو جائے گی۔

مگر یہ تاویل قابل غور ہے اس لئے کہ کرنسی کی قوت خرید کے لئے صرف سونے کو معیار بنانا اور دیگر بے شمار اشیاء سے صرف نظر صحیح نہیں' سونے کو معیار بنا کر قوت خرید کے عیب کی بظاہر تلافی ہو جائے گی لیکن ممکن ہے کہ اس مدت میں اگر دیگر اشیاء کو معیار بنایا جاتا تو اتنا عیب نہ ہوتا تو اس بات کا امکان رہے گا کہ قرض خواہ کو زیادہ رقم مل گئی اس لحاظ سے "کل قرض جر نفعا" کے تحت سود کا شبہ ضرور ہوگا۔

علاوہ ازیں کرنسی کے علاوہ مثلی اشیاء کی واپسی کے وقت پتہ چلتا ہے کہ مثل موجود ہے یا نہیں۔ اگر مثل ناپید ہے تو قیمت ادا کی جائیگی۔ لیکن بائع اگر مشتری کے ہاتھ ایک ٹن گندم مثلاً فروخت کرے اور مشتری کہے کہ ثمن دو سال بعد ایک لاکھ ادا کرونگا' تو بائع ابھی سے کہہ دیگا کہ فی الحال اس دین کے عوض جو سونا ملتا ہے تو دو سال بعد اس سونے کی مقدار کرنسی وصول کرونگا۔ کیونکہ قوت خرید لازماً گھٹتی ہے' اس صورت میں ثمن مجہول ہو جائیگا۔ پتہ نہیں چلا کہ بائع نے گندم ایک لاکھ کرنسی کے عوض فروخت کی یا سونے کے عوض تو بیع فاسد ہو جائیگی۔ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ بینک عموماً قرض کا لین دین کرتا ہے' اور بینکوں میں اصلاً یہی قرض والا سودی کاروبار ہوتا ہے' بینک سود وغیرہ فروخت نہیں کرتے تا کہ دین بن کر معیاد مقرر کرنا صحیح ہو جائے بلکہ بینک رقم قرض دیتا ہے یا لیتا ہے' اس لحاظ سے رقم قرض دیتے وقت معیاد مقرر کرنا صحیح نہیں۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: وكل دين حال اذا اجله صاحبه صار موجلا لما ذكرنا الا القرض فان تاجيله لايصح لانه اعارة وصلة فى الابتداء حتى يصح بلفظ الاعارة ولايملكه من التبرع كالوصى و الصبى ومعاوضة فى الانتهاء فعلى اعتبار الابتداء لايلزم التاجيل فيه كما فى الاعارة فلاجبر فى التبرع وعلى اعتبار الانتهاء لايصح لانه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربوا۔

اور ہر دین معجّل کے لئے جب صاحب دین معیاد مقرر کر دے تو موجل بن جاتا ہے سوائے قرض کے کیونکہ قرض کو موجل کرنا صحیح نہیں ہے' اس لئے کہ یہ ابتداً اعارہ اور تبرع ہے حتی کہ اعارہ کے لفظ کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہے اور جو شخص تبرع کا مالک نہیں ہوتا وہ اس کا بھی مالک نہ ہوگا جیسے وصی اور صبی۔ اور انتہا میں معاوضہ ہے' پس ابتداء کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں میعاد لازم نہیں ہوتی' جیسا کہ اعارہ میں اس لئے کہ تبرع میں جبر نہیں' اور انتہا کا اعتبار کرتے ہوئے معیار صحیح نہیں کیونکہ یہ دراھم کی بیع دراھم کے عوض ادھار ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ ربا ہے۔ (ص' ۷٦)

قرضہ ابتداء احسان اور تبرع ہے' اس لئے بچہ' غلام اور وصی کسی کو قرضہ نہیں دے سکتے معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ بینک میں اکاؤنٹ نہیں کھول سکتا۔ کیونکہ بینک کو رقم دینا بینک کو قرضہ دینا ہے۔ جو احسان ہے اور بچہ اس کا اہل نہیں۔ انتہاء کے اعتبار سے قرضہ معاوضہ ہے' کیونکہ قرض دینے کے بعد اس کا بدل اور مثل وصول کیا جاتا ہے' قرضہ کی ابتدائی حالت کے اعتبار میں معیاد لازم نہیں۔ جیسے عاریت میں ہوتا ہے' کیونکہ عاریت پر دینا احسان ہے اور معیاد مقرر کرنے سے عاریت پر دینے والے پر جبر لازم آئے گا۔ اسلئے کہ معیاد سے قبل عاریت والی چیز واپس نہیں لے سکے گا۔

اس طرح قرضہ میں بھی معیاد لازم نہ ہوگی' اپنا احسان اس کو مہنگا پڑ جائے گا' اور انتہاء کے اعتبار سے میعاد مقرر کرنا اس لئے صحیح نہیں کہ بیع الدراہم بالدراہم نسیئۃ ہو جائے گا اور دراہم کا دراہم کے عوض ادھار بیچنا ربوا ہے' اگر چہ دراہم میں کمی یا زیادتی نہ ہو اور ربوٰ کے لازم آنے سے قرض فاسد ہو جائیگا۔ حالانکہ قرض کا معاملہ شرعاً مندوب ہے' علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔ والاجل لایلزم فی القرض سواء کان مشروطا فی العقد او متاخرا عنه بخلاف سائر الدیون '' قرض میں معیاد مقرر کرنا صحیح نہیں خواہ معیاد عقد کے دوران مقرر کی جاے یا بعد میں بخلاف دیون کے یعنی اگر قرض سودا فروخت کیا تو ذمہ پر لازم ہونے والے ثمن کے لئے میعاد مقرر کردے۔ (بدائع ج ۷ ص ۳۹۷) اس تفصیل کے بعد غور کریں کہ بینکوں کا کاروبار ہی طویل المیعاد قرضے ہوتے ہیں' اگر لوگ بینکوں کیساتھ سونے کو میعاد بنا کر کرنسی کے ادھار کا معاملہ شروع کردیں تو ضرور میعاد مقرر کرینگے' اور قرضوں میں میعاد مقرر کرنا مذکورہ تفصیل کے مطابق صحیح نہیں۔ اگر قرض خواہ قرضہ دیتے وقت معیاد مقرر کردے تو اسکے معیاد پوری ہونے قبل واپس قرضہ لینا مشکل ہو جائیگا۔ حالانکہ قرضہ دینے والا کسی بھی وقت مقروض سے اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اسلامی تجارت کے بنیادی اصول نامی کتاب میں لکھا ہے: کرنسی نوٹ قرض دینے کی صورت میں قرض کے قیمت کے مساوی کرنسی نوٹ واپس کرنا واجب ہے اگر واپسی کے وقت کرنسی نوٹ کی قوت خرید میں کمی آ گئی ہو (ص' ۵۰) اسی کتاب میں بحوالہ درمختار لکھا ہے' سکے اور کرنسی کی قیمت اگر گھٹ جائے یا بڑھ جائے لیکن وہ رائج اور مستعمل ہوں تو قرض کی واپسی میں اتنی ہی مقدار میں سکے اور کرنسی نوٹ دیئے جائیں گے جتنے قرض میں لئے تھے۔ قرض میں لئے گئے مقدار میں قرض دینے والے کی طرف سے اضافہ کا مطالبہ جائز نہیں۔ (ص ۵۰) ''واللہ اعلم بالصواب''

مناسب نرخ — عمدہ معیار — مستند کتب

کتب درسِ نظامی و شروحات اور عربی سیکھنے کے لئے دارالاشاعت کراچی کی جدید مطبوعات

عین الہدایہ جدید ۸ جلد
(کمپیوٹر کتابت)

[illegible]

ایک بے مثال تشریح

از مولانا انوار الحق قاسمی صاحب استاد ہدایہ کے قلم سے
مقدمہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب
پیش لفظ مفتی نظام الدین شامزئی صاحب
تقریظات مولانا احسان اللہ شائق و مولانا عبداللہ شوکت

علماء، طلباء کے لئے بے نظیر تشریح جس میں تمام مباحث کامل پیش کیا گیا ہے۔ ۲۵ سال سے استاد ہدایہ کے قلم سے۔

جلد اول فتح کبیر، کتاب الطہارت	قیمت=/315
جلد دوم کتاب الصلوۃ	قیمت=/300
جلد سوم کتاب الزکوۃ	قیمت=/315
جلد چہارم کتاب النکاح، کتاب الرضاع، کتاب الطلاق	قیمت=/300
جلد پنجم کتاب العتاق، کتاب الایمان تا کتاب الوقف	قیمت=/225
جلد ششم کتاب البیوع، کتاب الشہادۃ، کتاب ادب القاضی تا کتاب الصلح	قیمت=/315
جلد ہفتم کتاب المضاربہ تا کتاب الکراہیۃ	قیمت=/345
جلد ہشتم کتاب احیاء الموات تا کتاب الفرائض	قیمت=/345
کامل سیٹ ۸ جلد حسین پائیدار جلدیں (علیحدہ جلدیں بھی دستیاب ہیں)	قیمت=/2460

مظاہر حق جدید (کمپیوٹر)

[illegible]

نسخہ طویل مدت سے علماء و طلباء کا اعتماد حاصل ہے

نہایت خوبصورت کمپیوٹر کتابت اور سیٹنگ کے ساتھ۔ واضح عربی متن، مکمل نظر ثانی اور تصحیح کے خاص اہتمام کے ساتھ

[illegible]

پاکستانی کاغذ خوبصورت طباعت مناسب نرخ اعلیٰ معیار بیروت اسٹائل جلد =/1620

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (کمپیوٹر)

[illegible]

کامل مدلل مکمل ۱۲ حصص در ۶ جلد

جدید تخریجات کے اضافہ یعنی دارالافتاؤں میں رائج الوقت کتب فتاویٰ کے بھی صفحات کے نمبر شامل کر دئیے گئے اور قدیم بھی شامل ہیں۔

[illegible]

اعلیٰ پاکستانی کاغذ، کمپیوٹر کتابت، ۶ جلد بیروت اسٹائل مناسب قیمت=/1560

تسہیل الضروری لمسائل القدوری	مولانا محمد عاشق الٰہی البرنیؒ	قیمت=/216
ریاض الصالحین عربی	امام نوویؒ (مع فہارس الاحادیث والآثار)	قیمت=/165

گلستان فارسی	تحشیہ قاضی سجاد حسین صاحب	قیمت=/51
بوستان فارسی	تحشیہ قاضی سجاد حسین صاحب	قیمت=/51
فوائد مکیہ	مولانا قاری عبدالرحمن مکی	قیمت=/12
مسائل بہشتی زیور مجلد	مولانا محمد اشرف علی تھانوی	قیمت=/60
گلستان مترجم مُحشّی	قاضی سجاد حسین صاحب	قیمت=/75
بوستان مترجم مُحشّی	قاضی سجاد حسین صاحب	قیمت=/75
متن الاربعین النوویۃ	امام نوویؒ	قیمت=/9.75
قصص النبیین اردو ترجمہ مجلد	مولانا ابوالحسن علی ندوی / پروفیسر عبدالرزاق	قیمت=/69

بہشتی زیور اول، دوم، سوم مجلد (کمپیوٹر)	جدید کمپوزنگ میں تمام مسائل کو نئی سطر سے شروع کیا گیا جس سے طالبعلم کو سہولت ہوگی۔	قیمت=/99
بہشتی گوہر مدلل مکمل	جدید کمپوزنگ میں تمام مسائل کو نئی سطر سے شروع کیا گیا جس سے طالبعلم کو سہولت ہوگی۔	قیمت=/45

مفتاح القرآن مکمل — مولانا محفوظ الرحمن نامی	الجزء الاول =/7 50 ، الجزء الثانی =/7 50	الجزء الثالث =/16.50 ، الجزء الرابع =/22.50	کامل سیٹ =/54
عربی کا معلم — مولانا عبدالستار خان	الجزء الاول =/18 ، الجزء الثانی =/18	الجزء الثالث =/33 ، الجزء الرابع =/36	کامل سیٹ=/105
دروس اللغۃ العربیۃ (مع الحل مختصر) — الدکتور ف عبدالرحیم	الجزء الاول =/36 ، الجزء الثانی =/48	الجزء الثالث =/75	کامل سیٹ=/159
النحو الواضح (للمدارس الابتدائیہ)	الجزء الاول =/18 ، الجزء الثانی =/27	الجزء الثالث =/30	کامل سیٹ=/75
النحو الواضح (للمدارس الثانویہ)	الجزء الاول =/39 ، الجزء الثانی =/48	الجزء الثالث =/39	کامل سیٹ=/126

بار عایت طلب فرمائیں

دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔ ۱

فون: 021-2213768
021-2631861

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات

اس سال بھی حسب معمول اور حسب سابق ماہ صفر کے پہلے ہفتہ میں دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی زیرنگرانی اور زیرسرپرستی منعقد ہوئے جو کہ چار دن جاری رہے اور بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئے۔ امتحانی پرچوں کے لئے صبح اور ظہر کا وقت دیا گیا تھا۔ اگرچہ ملک کے بیشتر دینی مدارس میں سہ ماہی امتحانات کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے لیکن حضرت مہتمم صاحب کے ارشاد کے مطابق طلبہ کی علمی استداد کو جانچنے کے لئے دارالعلوم حقانیہ میں ان امتحانات کا مستقل اہتمام کیا جاتا ہے۔

واردین وصادرین

گزشتہ دنوں پشاور ملین مارچ کے موقع پر متحدہ مجلس عمل کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی دارالعلوم تشریف لائے اور یہاں پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ ملاقات کی اور ملک کی سیاسی صورتحال کے بارے میں تبادلہ خیال کیا' متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل اور جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمان صاحب دارالعلوم تشریف لائے۔ دارالعلوم کی جامع مسجد میں طلبہ سے خطاب کیا' بعد ازاں یہاں سے حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدیر الحق مولانا راشد الحق' مولانا یوسف شاہ سمیت حضرت مولانا گوہر رحمانؒ کے جنازہ میں شرکت کے لئے مردان تشریف لے گئے۔

علاوہ ازیں وفاقی وزیر صحت جناب نصیر احمد خان صاحب بھی مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ان سے مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب' ڈپٹی اسپیکر اکرام اللہ شاہد' صوبہ سرحد کے وزیر آبپاشی مولانا حافظ اختر علی' صوبہ بلوچستان کے سینئر منسٹر مولانا عبدالواسع صاحب بھی تشریف لائے۔

دعائے مغفرت:

دارالعلوم کے مخلص مولانا حافظ طاہر محمود اشرفی مشیر مذہبی امور صوبہ پنجاب کے سسر ڈاکٹر محمد اقبال کا گزشتہ دنوں انتقال ہوا۔ مرحوم خواجہ عبدالمالک نقشبندی اور مولانا دوست محمد قریشی ؒ کے خلیفہ تھے۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے رفع درجات اور دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ ادارہ ان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

م۔ا۔ف

تبصرہ کتب

کتاب: تفسیر القرآن بالقرآن والسنۃ من الصحاح الستۃ المعروف بالتفسیر النبوی (الجزء الاول)

تالیف: ڈاکٹر محمد دین صاحب پشاوری ضخامت : ۳۰۲ صفحات

ملنے کا پتہ: تاج کتب خانہ قصہ خوانی پشاور

عربی زبان میں قرآن کریم کی اتنی تفاسیر آئی ہیں جن کی تعداد بلاشبہ ہزاروں میں ہے، ان میں اکثر بیس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہیں، علاوہ ازیں مختصر تفاسیر بھی سامنے آئی ہیں، اور سالہا سال سے امت ان سے مستفید ہوتی چلی آرہی ہے جس کی ایک طویل فہرست ہے، تفسیر قرآن کریم میں مفسرین حضرات نے مختلف اسلوب و انداز اپنائے ہیں۔ جس میں مشہور یہ چار طریقے ہیں، تفسیر القرآن بالقرآن، یہ انداز احسن طرق التفاسیر ہے، علماء حضرات فرماتے ہیں القرآن یفسر بعضہ بعضا اور یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول سے ماخوذ ہے، القرآن یشھد بعضہ بعضا و یرد بعضہ علی بعض۔ دوسرا طریقہ تفسیر القرآن بالسنۃ النبویۃ یعنی قرآن کریم کی تفسیر حضور ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کے ذریعہ۔ تیسرا طریقہ تفسیر القرآن باقوال الصحابہ چونکہ حضرات صحابہ کرام قرآن پاک کے اولین مخاطبین ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور ﷺ کی صحبت کے لئے انتخاب فرمایا اور انہیں نفوس قدسیہ کے سامنے نزول قرآن ہوتا رہا۔ اس لئے ان کی طرف سے کسی آیت کی تفسیر وہ زیادہ ہی قابل اعتماد ہوگی، اس کے بعد چوتھا طریقہ، تفسیر القرآن باقوال التابعین یعنی تابعین رضوان اللہ علیہ اجمعین کے ذریعہ تفسیر قرآن بیان کرنا مثلاً مجاہد حسن بصری عطاء ابن ابی رباح و عکرمہ وغیرھم۔

زیر تبصرہ عربی تفسیر میں مولف علامہ ڈاکٹر محمد دین صاحب پشاوری نے بطور خاص اس تفسیر میں ایک نیا اور منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ اور تفسیر القرآن بالقرآن کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن بالسنۃ کا بھی اہتمام کیا ہے، اور احادیث کی تخریج کا مشکل ترین مرحلہ بھی اس کے ساتھ طے کیا ہے، جو کہ واقعی ایک موثق اور ایک نادر انتخاب ہے، اور حتی الامکان اس میں اسرائیلیات اور روح قرآن سے منافی روایات اور غیر مستند تحقیقات سے احتراز کیا گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مولف علامہ اس کے دیگر اجزاء بھی جلد مکمل کریں گے، اور اہل علم علوم قرآنیہ سے شغف رکھنے والے اس سے حظ وافر اٹھائیں گے، سہل عربی میں ایسی جامع اور شہکار تفسیر ڈاکٹر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی احسان کا مظہر ہے۔ کئی علماء عرب و عجم نے آپ کو اس تفسیر پر جو خراج تحسین پیش کیا ہے جو کہ حقیقۃ یہ ایک بہت بڑی سند ہے۔

زیر تبصرہ حصہ یعنی جزء اول پہلے پارے کی تفسیر پر مشتمل ہے حاشیہ پر حوالہ جات کے ساتھ ساتھ رقم حدیث بھی درج ہے، جس سے حدیث کی تلاش میں دشواری پیش نہیں آئے گی، عربی زبان پر عبور رکھنے والے حضرات بالخصوص طلبہ علوم دینیہ کیلئے اس کا مطالعہ از حد مفید ثابت ہوگا اور قرآنیات کے متعلق ان کیلئے ریسرچ و تحقیق کی نئی راہیں کھول دے گا۔

کتاب: مجموعہ صلوٰۃ وسلام　　تالیف: مولانا حافظ لیاقت علی شاہ صاحب نقشبندی

ضخامت: ۴۲۴ صفحات　　ملنے کا پتہ: مکتبہ غفوریہ نزد جامعہ اسلامیہ درویشیہ سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی

حضور علیہ پر صلوۃ و درود باعث خیر و برکت ذریعہ نجات دارین قابل اجر و ثواب اور سبب شفاعت نبویؐ ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ ارشاد ربانی ہے کہ یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً کتب صحاح اور دیگر کتابوں میں آپ علیہ پر درود بھیجنے کے بارے میں بکثرت روایات موجود ہیں، علاوہ ازیں ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے مصداق آپؐ محسن کائنات ہیں اور بالخصوص عالم انسانیت کیلئے کہ آپؐ کے ذریعہ ایک مادی محض مخلوق کا تعلق مجرد اور لطیف ذات کے ساتھ پیدا ہوا، ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک اب اس احسان کا شکر یہ اس طریقہ سے ادا کیا جا سکتا ہے کہ حضور ختمی مرتبت علیہ پر بکثرت درود وسلام کا اہتمام کیا جائے کیونکہ ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے فضائل درود وسلام کے متعلق قدیماً و حدیثاً مختلف زبانوں میں مختصر و ضخیم ہزاروں کی تعداد میں کتابیں (اور یہ سلسلہ اسی طرح تا قیامت انشاء اللہ جاری و ساری رہے گا) لکھی جا چکی ہیں۔ اور امت اس سے مستفیض ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں جلاء الافہام القول البدیع حضرت تھانویؒ کی زاد السعید شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی فضائل درود شریف مولانا صفدر صاحب کی درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ مفتی عاشق الٰہی صاحب کی صلوۃ وسلام کافی معروف ہیں، دلائل الخیرات کے نام سے مولانا محمد بن سلیمان نے درود شریف کے مستند صیغے جمع فرمائے۔ فارسی میں شیخ علامہ محمد ہاشم سندھی نے ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول کے نام سے رسالہ لکھا تھا جس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔

مولف کتاب نے زیر تبصرہ کتاب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ درود وسلام کے جتنے بھی مستند صیغے آئے ہیں آپ نے وہ صیغے کتب احادیث اور دیگر مستند کتابوں سے جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ہر صیغے کا فرق و امتیاز اور اعراب بھی واضح کیا ہے تاکہ پڑھنے میں بھی آسانی ہو اور معنی میں بھی کوئی نقص پیدا نہ ہو۔

ایسے دور میں جبکہ خود ساختہ مدعیان حب الرسول نے اپنی طرف سے درود وسلام کے ایسے صیغے ایجاد کئے ہیں کہ جن کا اسلاف و اخلاف کے ہاں کسی قسم کا ثبوت نہیں، اور نہ خیر القرون میں ان کا وجود تھا، یہ کتاب انتہائی اہم ہے کیونکہ اس میں ان تمام خرافات و بدعات اور موہم شرک کلمات سے پر صیغوں کی تردید آئی ہے۔ اس طرح مولف موصوف نے

درود وسلام کے ۱۶۷ صیغے نقل کیے ہیں، اور اس کے ساتھ ۲۰۱ اسماء مبارکہ مع مناقب عالیہ اکٹھے کیے ہیں، اللہ مولف کو اس عظیم کاوش پر اجر دارین سے نوازیں۔ اور عامۃ المسلمین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ امین

کتاب: خطباتِ امینؒ صاحب خطبات مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

مرتب: محمد ظفر اقبال صاحب ضخامت: ۵۲۰ صفحات قیمت: درج نہیں

ملنے کا پتہ: مکتبہ الحبیب نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

مناظر اسلام وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑویؒ کی گوناگوں علمی خدمات اور مسلک حقہ کے دفاع کے لئے ان کی ان تھک کوششیں ایک عالم پر عیاں ہیں، اور آپ کے علمی چشمہ صافی سے تشنگانِ علم وتحقیق اپنی تشنہ کامی کا مداوا کر رہے ہیں۔

آپ کے سانحہ ارتحال کے بعد انتہائی قلیل مدت میں آپ کے افادات خطبات اور تجلیات زیور طباعت سے آراستہ ہوئے۔ اسی طرح آپ کی شخصیت پر بھاری بھرکم خصوصی نمبرات بھی بعض مدیران جرائد اور اداروں نے نکالے۔ جو کہ آپ کی مقبولیت اور علمی طبقہ میں محبوبیت کی واضح اور بیّن دلیل ہے۔

زیر تبصرہ خطبات امین بھی اسی سلسلہ کی ایک معتمد اور مستند کڑی ہے، کتاب کے مرتب جناب محمد ظفر اقبال صاحب نے انتہائی عرق ریزی سے یہ جواہر ریزے عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور حضرت اوکاڑویؒ کے عقیدت کیشوں کیلئے بالخصوص منتخب کیے ہیں، جس پر وہ بجا طور پر داد اور خراج تحسین کے مستحق ہیں، کتاب پر عمومی تبصرہ کی بجائے خود مرتب کے اس پیراگراف پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو کہ حرف بحرف ان خطبات پر صادق آتا ہے۔

"یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے میرے حضرت اقدس کی وسعت مطالعہ علم وعرفان اور علمی تبحر کا زندہ جاوید ثبوت ہے ان خطبات کا ایک ایک لفظ اللہ اور اس کے رسول ﷺ صحابہ کرام واہل بیت عظامؓ اولیائے امت اور خصوصاً سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محبت کا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں غوطہ زن ہے کے مطالعہ سے آپ کی روح کو بالیدگی علم کو پختگی عقائد کو درستگی عمل کو وارفتگی سوچ کو وسعت نظر کو سرور دل کو نور اور اذہان وعمل کو دینی سرشاری و بیداری کی دولت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ نصیب ہوگی۔ اس کے مطالعہ سے شکوک وشبہات کے داغ دھلیں گے۔ اور انشاء اللہ آپ عقائد و اعمال کی دنیا میں بیداری کا ثبوت دیں گے۔" معنوی اعتبار سے حسین ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہری لحاظ سے بھی کتاب نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔

البتہ جابجا اس میں کمپوزنگ اور پروف کی غلطیاں ہیں اس کی طرف دوسری اشاعت میں ضرور توجہ دی جائے۔

مرچ مسالے دار مرغّن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

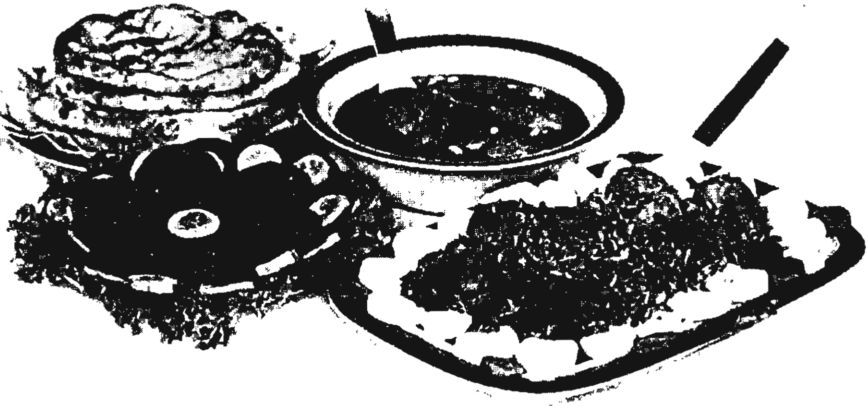

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں، ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

Adarts-CAR-1/2000

ضروری اعلان

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازی

طیّب اللّٰہ آثارہٗ و اعلیٰ درجاتہٗ فی دار السلام

کی سوانح حیات تکمیل کے مراحل میں ہے جو احباب حضرت سے متعلق اپنی تحریر شامل اشاعت کروانا چاہتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ اپنے مضامین و واقعات وغیرہ ۱۵ جولائی تک مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمادیں۔

مولانا محمد زبیر البازی

استاذ الفنون جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد**، **راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات بنئی رہائشی کالونیز، کمرشل مارکیٹس کی تعمیر، زرعی زمینوں، فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کیے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کیے جا رہے ہیں ۔ لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم 10 شیئرز خریدنے کی درخواست دی جا سکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ شرح منافع 20 سے 30 فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن 15 دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے گا۔

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیر نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیرِ ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس

رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس

سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی

قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ
رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری	
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت	

5 مرلہ، 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کیے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن 7۔دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی

ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 69-4137 حبیب بنک رحمٰن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66